الأوردية
١٣٦

اركان إسلام وإيمان

قرآن وسنت کی روشنی میں

تألیف

محمد بن جمیل زینو

أركان الإسلام والإيمان

من الكتاب والسنة

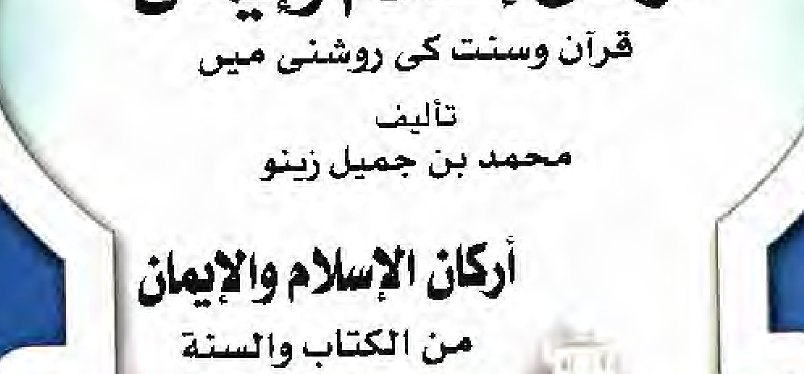

The Cooperative Office For Call & Guidance to Communities at Rawdhah Area
Under the Supervision of Ministry of Islamic Affairs and Endowment
and Call and Guidance -Riyadh - Rawdhah
Tel. 2492727 - fax.2401175 E.mail: mrawdhah@hotmail.com P.O.Box 87299 Riyadh 11642

ارکانِ اسلام و ایمان

قرآن و سنّت کی روشنی میں

تألیف

محمّد بن جمیل زینو
دار الحدیث ۔ مکّۃ المکرّمہ

ترجمہ و تفہیم

محبوب أحمد أبو عاصم
جامعۃ الامام محمّد بن سعود ۔ الریاض

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱	مقدمہ	۷
۲	ارکان اسلام	۱۵
۳	ارکان ایمان	۱۶
۴	اسلام، ایمان اور احسان کا مطلب	۱۷
۵	لا الہ الا اللہ کا معنی	۱۹
۶	مخلص کون ہے؟	۲۰
۷	محمد رسول اللہ کا مطلب	۲۵
۸	اللہ تعالی کہاں ہیں	۲۸
۹	نمازوں کی فضیلت اور انہیں ترک کرنے کی وعید	۳۲
۱۰	وضو اور نماز کا طریقہ	۳۴
۱۱	نماز کا طریقہ	۳۵
۱۲	نماز کی رکعتوں کا نقشہ	۴۲
۱۳	نماز کے مسائل	۴۳

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۴۷	نماز سے متعلق احادیث	۱۴
۴۹	نماز جمعہ اور جماعت کی فرضیت	۱۵
۵۲	نماز جمعہ اور جماعت کی فضیلت	۱۶
۵۳	جمعہ کی نماز اور اس کے آداب	۱۷
۵۴	بیمار کے لیے نماز کی فرضیت	۱۸
۵۶	بیمار شخص کی طہارت کا طریقہ	۱۹
۵۹	بیمار شخص کیسے نماز ادا کرے	۲۰
۶۱	دعا مستجاب	۲۱
۶۲	نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	۲۲
۶۳	موت کی نصیحت	۲۳
۶۵	عیدگاہ میں نماز عیدین کی ادائیگی	۲۴
۶۷	عیدالاضحیٰ میں قربانی کی تاکید	۲۵
۶۸	نماز استسقاء (بارش مانگنے کے لیے نماز)	۲۶
۶۹	نماز خسوف و کسوف	۲۷
۷۱	نماز استخارہ	۲۸
۷۳	نمازی کے آگے سے گذرنے کی ممانعت	۲۹
۷۶	رسول اللہ ﷺ کی قراءت اور نماز	۳۰

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۷۹	رسول اللہ ﷺ کی عبادت	۳۱
۸۱	زکوٰۃ اور اسلام میں اس کی اہمیت	۳۲
۸۳	زکوٰۃ کی وجہ فرضیت اور اس کی حکمت	۳۳
۸۵	مال کی وہ اقسام جن میں زکوٰۃ فرض ہے۔	۳۴
۸۸	نصاب زکوٰۃ کی مقدار	۳۵
۸۹	زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں	۳۶
۹۱	مصارف زکوٰۃ (وہ لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔	۳۷
۹۹	زکوٰۃ کے غیر مستحق لوگ	۳۸
۱۰۰	زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد۔ *	۳۹
۱۰۲	زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا	۴۰
۱۰۴	ضروری باتیں (زکوٰۃ سے متعلق)	۴۱
۱۰۷	روزہ اور اس کے فوائد	۴۲
۱۰۹	ماہ رمضان میں آپ فرائض	۴۳
۱۱۲	روزہ سے متعلق احادیث	۴۴
۱۱۴	نبی اکرم ﷺ کے روزے	۴۵
۱۱۶	حج اور عمرہ کی فضیلت	۴۶
۱۲۰	عمرہ ادا کرنے کا طریقہ	۴۷
۱۲۲	حج کے اعمال اور ان کا طریقہ کار	۴۸

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۴۹	حج اور عمرہ کرنے والے کے لیے ضروری ہدایات	۱۲۶
۵۰	زیارت مسجد نبوی کے آداب	۱۲۸
۵۱	آئمہ مجتہدین کا حدیث پر عمل	۱۳۰
۵۲	آئمہ کرام کے حدیث پر عمل پیرا ہونے سے متعلق فرمودات۔	۱۳۲
۵۳	اچھی یا بری تقدیر پر ایمان	۱۳۶
۵۴	تقدیر پر ایمان رکھنے کے فوائد	۱۳۸
۵۵	تقدیر حجت نہیں بن سکتی	۱۴۴
۵۶	ایمان اور اسلام سے خارج کردینے والے امور	۱۴۶
۵۷	نواقض ایمان میں سے عبادت میں شرک کرنا ہے	۱۵۰
۵۸	اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا انکار یا اس	۱۵۸
۵۹	میں شرک یا طعن بازی کرنا	
۶۰	رسولوں کے بارے میں زبان درازی کرنا	۱۶۵
۶۱	جعلی پیروں کی حقیقت	۱۶۹
۶۲	بعض کفریہ اور باطل عقائد	۱۷۴
۶۳	شعراوی کا پیدا کردہ شبہہ اور اس کا جواب	۱۷۶
۶۴	بعض صوفیوں کا کہنا کہ تمام چیزیں اللہ کے نور سے پیدا ہوئیں ہیں اور اس کا ردّ	۱۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین، اما بعد۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

ترجمہ : یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر بہت بڑا احسان کیا، جب انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک کرتا اور کتاب و سنت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر چہ یہ لوگ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

چنانچہ انسانیت جب گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا، اقوامِ عالم دین، معاشرتی، معاشی اور سیاسی بدحالی کا شکار تھیں، اس زبوں حالی کی تصویر عربوں میں کچھ زیادہ ہی نمایاں نظر آتی تھی، پاسبان حرم نے سرچشمہ توحید، بیت اللہ کو تین سو ساٹھ خداؤں کا مرکز بنا رکھا تھا، یہود و نصاریٰ دین سماوی کے علمبردار ہونے کے باوجود توریت اور انجیل کو مسخ کرکے دین حق سے دستبردار ہوچکے تھے۔

اس بے راہروی کے دور میں فاران کی چوٹیوں سے وہ آفتاب ھدیٰ طلوع ہوا جس نے ظلمات میں ڈوبی انسانیت کو نور ھدایت سے فروزاں کیا، ظلم و استبداد کی چکی میں پسے ہوئے بے کسوں کو حریت اور عدل و مساوات کا پیغام دیا۔ شرک، گمراہی اور توہمات میں گرفتار دنیا میں (لا الہ الا اللہ) کی آبیاری کی۔

یہ وہ اسلام تھا جس نے بتان آذری کو نابود کرکے اقوام عالم کو توحید کا سبق دیا۔ اس کے آنے کے ساتھ ہی تمام ادیان منسوخ ہوگئے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ بیشک اللہ کے ہاں دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ اور باقی تمام ادیان کو ناقابل قبول قرار دے دیا گیا۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ دوسرا دین اپنائے گا، تو وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اور پھر اسلام کسی قوم یا قبیلے کے لیے خاص نہیں، بلکہ عالمگیر مذہب بن کر آیا ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اے نبی) کہہ دو اے لوگو! میں تم سبھی کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ پر بھی اس دین کو اپنانا فرض ہے جیسے کہ آپ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: اس (اللہ کی) ذات کی قسم جسکے

ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اس امت میں سے جس یہودی یا عیسائی کو میری خبر ملتی ہے، پھر وہ میرے لائے ہوئے اسلام کو قبول کیے بغیر مرجاتا ہے تو ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اور جس طرح یہ دین کسی قوم کے لیے خاص نہیں اسی طرح اس کا تعلق کسی مخصوص وقت یا زماں سے نہیں بلکہ کسی بھی زمانے میں لوگوں کی اصلاح وہدایت کا یہی سرچشمہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک تم ان پر کاربند رہوگے گمراہ نہیں ہوسکوگے اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ کا قرآن اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی سنت۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس امت کے آخری دور کی بھی اسی اسلام سے ہی اصلاح ہوگی جسکو اپنانے سے قرون اولی کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

اور پھر یہی وہ دین ہے جس کو صحیح معنوں میں اپنانے والوں کے لیے دنیا میں نصرت وتمکین اور آخرت میں جنت کی ضمانت دی گئی ہے:

(هُوَالَّذِی ارسَلَ رسُولَہٗ بِالھُدیٰ و دِینِ الحقِّ لِیُظھِرَہ عَلَی الدِّینِ کُلِّہٖ و لوکَرِہَ المُشرِکُونَ) (اللہ تعالیٰ) وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام

ادیان پر غالب کردے۔ اگرچہ یہ مشرکوں کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اور اسلام ہی وہ دین ہے جو بنی نوع انسان کو اخوت، بھائی چارے اور عدل و مساوات کا درس دیتا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

اور یاد کرو تمہارے اوپر اللہ کی اس نعمت کو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں کو ملادیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ بیشک تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے معزز شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، تمام قومی، لسانی، نسلی اور علاقائی امتیازات اور عصبیتوں کو ختم کردیا ہے۔

چنانچہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو صرف خالق و مخلوق کے رشتہ کو استوار کرنے یا انسان کی اخروی زندگی کو سنوارنے کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ دنیا میں کامیابی و کامرانی کا راز بھی اس دین حنیف پر کاربند ہونے میں ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے اس دین کو حقیقی معنوں میں اپنایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و تمکین بھی ان کے ہمراہ تھی، اور جیسے ہی وہ اس دین

سے دستبردار ہوئے تو ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی جب آپ صلی علیہ وسلم نے فرمایا : عنقریب (کفر کی) قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے لوگ کھانے پر ٹوٹتے ہیں، پوچھا گیا، کیا اللہ کے رسول اس وقت ہم تھوڑی تعداد میں ہوں گے؟ آپ صلی علیہ وسلم نے فرمایا : نہیں، بلکہ تم بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حالت سیلاب کے تنکوں کی مانند ہوگی (یعنی تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی) اور تم میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کی بیماری پیدا ہوجائیگی۔

حالانکہ مسلمان تو وہ تھے کہ جب ایک مسلمان سپہ سالار سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اتنے بہادر کیوں ہو؟ تو اس نے کہا جس قدر تم (کافر) زندگی سے محبت کرتے ہو اس سے کئی گنا بڑھ کر ہم موت سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر کسی مسلمان کو موت کا ڈر بھی کیونکر ہو جبکہ اس کی موت اس کے لیے بہترین زندگی کا پیغام ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوجاتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس انہیں رزق مہیا ہورہا ہے، اللہ

تعالیٰ کے دیے ہوئے فضل و کرم پر بہت خوش ہیں۔

آج مسلمانوں کی پستی اور ذلت و رسوائی کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے دین سے غافل ہوگئے، دعوت الی اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور اقامت دین جیسے عظیم منصب کو چھوڑ بیٹھے۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو قوم بھی جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل وخوار ہوجاتی ہے۔

چنانچہ آج بھی اگر دنیا میں معزز اور باوقار رہنے، اسلام کی عظمت رفتہ کو دہرانے اور اخروی زندگی کو سنوارنے کا ارادہ ہے تو پھر اسی طرح اسلام پر عمل پیرا ہونا ہوگا جیسے کہ حکم ملا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً

اے اہل ایمان، اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ یعنی زندگی کے ہر شعبے اور ہر لمحے میں اسلام کی تعلیمات کو اپنانا ہوگا اور رشد و ہدایت کے لیے صرف اور صرف کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

اور یہ کتاب (ارکان اسلام و ایمان) جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، اس کے مولف (الشیخ محمد جمیل زینو) نے

نہایت آسان انداز سے اسلام کے بنیادی مسائل اور احکام کی قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت کی ہے۔ جو ہر قسم کے مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر ہے، ہر مسئلہ کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل ذکر کی گئی ہے، تاکہ ہر مسلمان براہ راست اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی علیہ وسلم کے ارشادات سے رہنمائی حاصل کرسکے۔ پھر یہ کہ دلیل کے طور پر صرف صحیح اور قابل اعتماد احادیث بیان کی گئی ہیں تاکہ قارئین کرام کو ضعیف احادیث اور من گھڑت قصے کہانیوں سے محفوظ رکھا جاسکے جو اکثر و بیشتر دشمنان اسلام اور گمراہ کن ملّاؤں کی پیداوار ہے تاکہ سابقہ ادیان کی طرح اس دین حنیف کو مسخ کرسکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جس دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے پوری کائنات کی مخلوقات مل کر بھی اسے بگاڑ نہیں سکتیں:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

بے شک ہم ہی قرآن کو نازل کرنے والے ہیں اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

کتاب کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے آسان ترین اور عام فہم عبارتیں اور الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے سبب بعض اوقات عبارتوں میں اضافے یا ترتیب میں ردّوبدل کی گئی ہے لیکن غالباً ایسے اضافوں کو بریکٹ ڈال کر لکھا گیا ہے، حسب استطاعت

غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی قارئین کرام سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ملاحظات اور اپنی آراء سے مطلع کریں گے تاکہ ان سے استفادہ کرتے ہوئے کتاب کو مزید بہتر شکل میں لایا جاسکے۔

آخر میں ان تمام بھائیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ترجمہ یا طباعت کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے حصہ لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کو دنیا و آخرت میں اپنی رحمتوں سے نوازے آمین۔

محبوب احمد ابوعاصم۔

جامعۃ الامام محمد بن سعود الریاض۔

ارکان اسلام

(جس طرح کسی بھی عمارت کو قائم رکھنے کے لیے بنیادوں اور ستونوں کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی اسلام کے کچھ ستون اور بنیادیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ ان کو ارکان اسلام کا نام دیا جاتا ہے) مترجم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

۱ - گواہی دینا کہ:- اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جن کی اللہ کے دین میں اطاعت کرنا ضروری ہے۔

۲ - نماز قائم کرنا:- یعنی اسے تمام ارکان اور واجبات کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرنا۔

۳ - زکوٰۃ دینا:- جو اس وقت فرض ہوتی ہے جب کوئی ۸۷ گرام سونا یا اس کے مساوی کسی چیز یا اتنی نقدی کا مالک ہوجائے۔ اس میں سے سال کے بعد اڑھائی فیصد نکالنا ضروری ہے اور نقدی کے علاوہ ہر چیز میں اس کی مقدار معین ہے۔

۴ - بیت اللہ کا حج کرنا:- اس شخص کے لیے جو صحت اور مالی اعتبار سے وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو.

۵ - رمضان کے روزے رکھنا:- روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہر ایسی چیز سے جو روزہ توڑنے والی ہو فجر سے لے کر غروب آفتاب تک باز رہنا (بخاری، مسلم)

ارکانِ ایمان

(جن امور پر ہر مسلمان کے لیے ایمان لانا فرض اور ضروری ہے انہیں ارکان ایمان سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے)

۱ - اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا:- یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود اور صفات و عبادت میں اس کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے

۲ - فرشتوں پر ایمان لانا:- جو کہ نوری مخلوق ہیں اور اللہ کے احکام نافذ کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں.

۳ - اس کی کتابوں پر ایمان لانا:- جن میں تورات، انجیل، زبور اور قرآن کریم جو کہ سب سے افضل ہے.

۴ - اس کے رسولوں پر ایمان لانا:- جن میں سب سے پہلے نوح اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں.

۵ - آخرت کے دن پر ایمان لانا:- جو حساب کا دن ہے اور اسی دن

لوگوں کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔

۶ - ہر اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھنا:- یعنی جائز اسباب اپناتے ہوئے ہر انسان کو اچھی یا بری تقدیر پر راضی رہنا چاہیے کیونکہ سبھی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے۔

اسلام، ایمان اور احسان کا مطلب

(اسلام، ایمان اور احسان کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل حدیث میں کی ہے) مترجم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ایک دن جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو بہت سفید کپڑوں اور کالے سیاہ بالوں والا ایک شخص آیا جس پر سفر کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا وہ آگے بڑھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھا کہ اس نے اپنے گھٹنے ان کے گھٹنوں سے ملادیئے اور اپنے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ لیے، پھر کہا: اے محمد مجھے بتایئے اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے

کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ اور اگر طاقت ہو تو اللہ کے گھر (بیت اللہ) کا حج کر. اس نے کہا: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے درست فرمایا.

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم حیران ہوئے کہ یہ کیسا آدمی ہے جو سوال کر کے خود ہی اس کی تصدیق کر رہا ہے.

پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایمان کا معنی) یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن (روز قیامت) اور ہر اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے اس نے کہا: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے درست فرمایا. پھر اس نے کہا مجھے بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہو لیکن اگر تو اسے دیکھنے کا تصور پیدا نہیں کرسکتا تو پھر یہ خیال کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے.

اس نے کہا: مجھے قیامت کے متعلق بتائیے کہ کب آئے گی؟

آپ نے فرمایا اس کے متعلق جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی اس کے بارے میں مجھے تم سے زیادہ علم نہیں) اس نے کہا: تو پھر مجھے اس کی علامتیں بتائیے، آپ نے

فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم
دیکھوگے کہ بکریوں کے چرواہے جو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور محتاج ہیں (اس قدر مالدار ہوجائیں گے) ایک دوسرے سے بڑھ کر بلند عمارتیں بنانے میں مقابلہ کریں گے.

پھر اس کے چلے جانے کے کافی عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر، جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ تو میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: وہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے. (مسلم)

لا الہ الا اللہ کا معنی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں: اس میں غیر اللہ کی الوہیت (بندگی) کی نفی کی گئی ہے اور اسے صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ثابت کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

(۱) ﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللهُ ﴾ (سورہ محمد)

ترجمہ: "پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۲) «مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصاً دَخَلَ الْجَنَّةَ»

نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں
(اس حدیث کو بزار نے روایت کیا اور البانی نے صحیح
قرار دیا ہے.)

مخلص کون ہے؟

مخلص وہ ہے جو اس کلمہ کو سمجھ بوجھ کر اس پر عمل پیرا ہو اور اس کلمہ توحید سے اپنی دعوت کی ابتدا کرے، کیونکہ یہ کلمہ ایسی توحید پر مشتمل ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا.

(۳) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، ابوطالب فوت ہورہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: چچاجان (لا الہ الا اللہ) کہہ دیجیے اس کلمہ کی بنا پر میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے سفارش کروں گا لیکن انہوں نے (لا الہ الا اللہ) کہنے سے انکار کردیا.

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ۱۳ سال تک مشرکین کو یہی دعوت دیتے رہے کہ: (لا الہ الا اللہ) کہہ دو، تو ان کا جواب جیسے کہ قرآن کریم نے نقل کیا ہے یہ تھا:

﴿ وَعَجِبُوا أَنْ جَآءَهُم مُّنذِرٌ مِنهُم وقالَ الكافِرُون هٰذا ساحِرٌ كَذّابٌ . اجعلَ الآلِهَةَ إلٰهاً وَاحِداً ؟ إنَّ هٰذا لَشَيءٌ

عُجابٌ ۔ وانْطَلقَ الملأُ منهم أنِ امشُوا واصبِرُوا على آلِهتكُم ، إنَّ هٰذا لَشَيءٌ يُرادُ ، مَاسَمِعنا بِهذا في المِلّةِ الآخِرَة ، إنْ هٰذا إلّا اختِلاق ﴾ . «سورة ص»

اور انہیں تعجب ہوا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانے والا کیسے آگیا! اور کافروں نے کہا یہ تو جھوٹا جادوگر ہے. کیسے اس نے سب معبودوں کو چھوڑ کر ایک ہی معبود بنالیا؟ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے تو ان میں سے جو معزز لوگ تھے وہ چل کھڑے ہوئے اور بولے کہ چلو اپنے معبودوں کی پوجا پر قائم رہو بیشک یہ ایسی بات ہے جس سے (تم پر شرف وفضیلت) مقصود ہے یہ پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی نہیں سنی.

اور عربوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ اس کلمہ کے معانی سمجھتے تھے اور اس لیے انہوں نے یہ کلمہ پڑھنے سے انکار کیا کہ یہ کلمہ پڑھنے والا غیراللہ کو نہیں پکارا کرتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے:

«إنهم كانُوا إذَا قِيلَ لَهمُ لآ إلٰهَ إلّا اللهُ يَستَكبِرُونَ ، وَيقُولُونَ أئِنَّا لَتاركُوا آلهِتنَا لِشاعرٍ مجنُون ؟ بَلْ جآءَ بِالحقّ ، وَصدَّق المرسَلِينَ»

ان (کافروں) سے جب لا الہ الا اللہ کہا جاتا تو تکبر کرتے اور کہتے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس بیوقوف شاعر کی بات مان کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: "بلکہ وہ رسول تو حق لے کر آئے ہیں اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں" (سورہ صافات)

وقال ﷺ : «مَن قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلّا اللهُ ، وَكَفَرَ بما يُعبدُ مِنْ دُونِ اللهِ ، حرُم مالُه ودمهُ وحسابُه علىَ اللهِ عزَّ وجلَّ»

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور ہر اس چیز کا انکار کیا جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو ایسا کرنے سے اس کی جان و مال حرام ہوگئی اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے. (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت پڑھنے کا تقاضا یہ ہے کہ ہر غیر اللہ کی عبادت سے اعراض و انکار کیا جائے جیسا کہ فوت شدہ لوگوں سے دعا کرنے جیسے اعمال ہیں.

اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی زبان سے یہ کلمہ کہتے ہیں لیکن ان کے اعمال غیر اللہ کو پکار کر اس کے معنی کی خلاف ورزی کرتے ہیں.

(۵) (لاالہ الا اللہ) وہ کلمہ ہے جو توحید و اسلام کی بنیاد اور مکمل ضابطہ حیات ہے. جسے ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لیے خاص کرنے سے اپنایا جاسکتا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کوئی مسلمان اللہ کے لیے مطیع ہوجائے اور صرف اس کو پکارے اور اس کی شریعت کی حاکمیت قبول کرے.

(٦) علامہ ابن رجب ”الہ“ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”الہ“

(معبود) وہ ہے جس کی اطاعت اس کی ہیبت و تعظیم، محبت و خوف اور امید رکھتے ہوئے اس پر توکل کرتے ہوئے اور اس سے سوال اور دعا کرتے ہوئے کی جائے اور نافرمانی سے بچا جائے اور یہ سبھی وہ چیزیں ہیں جو اللہ کے سوا دوسرے کے لیے کرنا جائز نہیں. جس کسی نے بھی "الہ" کے ان خصائص میں سے کسی مخلوق کو شریک کرلیا تو یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے (لا الہ الا اللہ) خلوص دل سے نہیں کہا، اور جس قدراس میں شرک کی ایسی کوئی خصلت ہوگی اسی قدر وہ مخلوق کی عبادت میں ملوث ہوگا.

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو (لا الہ الااللہ) پڑھنے کی تلقین کیا کرو کیونکہ (دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے) جس کا آخری کلام (لا الہ الا اللہ) ہوگا وہ کبھی نہ کبھی جنت میں ضرورداخل ہوگا خواہ اس سے پہلے جو لکھا عذاب اس کو بھگتنا پڑے (اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

اور کلمہ شہادت کی تلقین کرنے سے مراد صرف مرنے والے کے پاس کلمہ پڑھنا ہی نہیں، جیسے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اسے پڑھنے کا حکم دینا ہے جس کی دلیل حضرت انس بن مالک کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی عیادت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماموں جان: لا الہ الا اللہ کہو،

اس نے کہا ماموں یا چچا؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم میرے لیے ماموں کی حیثیت سے ہو تو اس نے کہا: میرے لیے لا الہ الا اللہ کہنا بہتر ہے آپ نے فرمایا ہاں بہتر ہے. (۱)

اور پھر یہ بھی کہ مرنے والے کو تلقین اس کی موت سے پہلے ہونی چاہیے نہ کہ بعد میں مذکورہ حدیث کے آخر میں ہے کہ (جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا) (میت) مردہ شخص نہ تو (لا الہ الا اللہ) کہہ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں سننے کی صلاحیت ہے.

(۸) کلمہ (لا الہ الا اللہ) اسی وقت کسی شخص کے لیے مفید ہوتا ہے وہ اس کے معانی کو اپنے لیے ضابطہ حیات بناتا ہے اور مردوں یا غیر موجود زندوں کو پکارنے جیسے شرکیہ اعمال سے اس کلمہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور جس کسی نے ایسا کیا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی نے وضو کرکے توڑدیا ہو چنانچہ جیسے وضو کرکے توڑدینے والے شخص کو اپنے اس وضو کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ایسے ہی وہ شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی شرکیہ کام کیا اسے اپنے اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا.

---

(۱) اسے امام احمد نے مسلم کی شرط پر (۳ / ۱۰۲) صحیح اسناد سے روایت کیا ہے

محمدؐ رسول اللہ کا مطلب

محمد اللہ کے رسول ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں چنانچہ جو کچھ انہوں نے بتایا اس کی ہم تصدیق کریں اور ان کے حکم کی اطاعت کریں اور جس چیز سے روکا اور منع کیا ہے اسے ترک کردیں اور ان کی سنت کو اپناتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں.

(۱) مولانا ابوالحسن علی ندوی کتاب الانبیاء میں فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی ہر زمانے اور ہر جگہ پر سب سے پہلی دعوت اور سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ اللہ کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ صحیح کیا جائے اور بندے اور اس کے رب کے درمیان رابطہ صحیح بنیاد پر قائم ہو کہ صرف اللہ ہی نفع و نقصان کا مالک، عبادت، دعا، التجا، اور قربانی کا مستحق ہے، اور ان کا حملہ ان کے زمانے میں پائی جانے والی بت پرستی پر مرکوز تھا جو بت پرستی زندہ و مردہ بزرگ ہستیوں کی عبادت کی شکل میں پائی جاتی تھی.

(۲) اور یہ کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے انکا رب فرما رہا ہے: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلا ضَرّاً إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ،

وَلَو كنتُ أعلمُ الغَيبَ لاستَكثرتُ مِنَ الخَيرِ ، وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ، إنْ أنَا إلَّا نذيرٌ وبشيرٌ لقومٍ يُؤمنُونَ﴾ سورة الأعراف

ترجمہ:- اے پیغمبر کہہ دیجیے کہ میں تو اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں. اور اگر میں غیب کا علم جانتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ایمانداروں کو ڈرانے اور جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- میری شان ایسے نہ بڑھانا جیسے کہ عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کی شان بڑھادی میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں اس لیے تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو(بخاری)

اور شان بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعریف کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کرنا، اس لیے ہمارے لائق نہیں کہ ہم انہیں اللہ کے سوا پکاریں جیسے کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے ساتھ کیا تو شرک میں مبتلا ہوگئے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں.

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اس کے

علاوہ کسی ذات کو نہ پکارا جائے اگر چہ وہ ذات کوئی رسول یا مقرب ولی ہی کیوں نہ ہو۔ قال رسول الله ﷺ :

« إذا سألتَ فاسألِ الله ، وإذا استعنتَ فاستعِنْ بالله » .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد لو تو صرف اللہ سے مدد لو۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی غم یا مصیبت درپیش ہوتی تو آپ فرماتے: (يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحمَتِكَ أَستَغِيثُ)

ترجمہ : اے زندہ اور قائم رہنے والی ذات میں تیری رحمت کی بدولت تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ (۲)

اور اللہ تعالیٰ اس شاعر پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے حقیقی محبت بیان کرتے ہوئے کہا:

اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو ان کی اطاعت کرتے کیونکہ محبّ اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوتا ہے۔

اور سچی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس دعوت توحید سے جس سے آپ کی دعوت کا آغاز ہوا اس سے محبت کی جائے اور توحید کی دعوت دینے والوں سے پیار ہو اور شرک اور اس کے داعیوں سے نفرت ہو۔

---

(۱) ترمذی حسن صحیح (۲) ترمذی حسن

اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہیں.

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ کے قریب بکریاں چرایا کرتی تھی ایک دن جب میں نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری اٹھا لے گیا ہے. بشریت کے تقاضا سے مجھے بھی ویسے ہی افسوس ہوا جیسے دوسرے لوگوں کو افسوس ہوتا ہے. تو میں نے اسے ایک تھپڑ ماردیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب انہیں بتایا تو انہوں نے برا محسوس کیا. میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ (چنانچہ جب میں اس لونڈی کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: بتاؤ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان پر ہے، آپ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ اس لونڈی نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کردو کیونکہ یہ ایماندار ہے. (۱)

(۱) مسلم - ابوداؤد

مذکورہ حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:-

ا) صحابہ کرام ہر معمولی بات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے تاکہ اس بارے میں اللہ کا حکم معلوم کرلیں۔

ب) اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صرف اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ لینا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾

اے پیغمبر تیرے رب کی قسم اس وقت تک لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تم سے نہ کروائیں پھر تمہارے ایں فیصلہ پر دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیں۔ (سورہ النساء)

ج) صحابی نے لونڈی کو مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برا محسوس کیا اور اس بات کو اہمیت دی۔

د) صرف مومن غلام کو آزاد کرنا چاہیے نہ کہ کافر کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھ گچھ کی تاکہ معلوم کریں کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں لیکن جب معلوم ہوا کہ مسلمان ہے تو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

ھ) توحید سے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ کہ اللہ

تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا علم ضروری ہے.

و) اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کرنا کہ وہ کہاں ہے؟ سنت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے دریافت کیا.

ز) اس سوال کے جواب میں یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کے جواب کو درست قرار دیا اس طرح قرآن کریم نے بھی اس جواب کی تائید کی ہے جیسے کہ فرمان ہے: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَآءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ﴾

کیا تم آسمان پر جو ذات ہے اس سے بے خوف و خطر ہوگئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے. (سورہ الملک)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے.

ح) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینے سے ہی ایمان صحیح ثابت ہوتا ہے.

ط) یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے سچے ایمان کی نشانی ہے اور یہ عقیدہ اپنانا ہر مسلمان پر واجب ہے.

ی) اس حدیث سے اس شخص کی غلطی کا رد ہوگیا جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ہر جگہ موجود ہیں. اور صحیح یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اپنے علم سے ہیں ذات سے نہیں.

ک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لونڈی کو طلب کیا تاکہ اس سے پوچھ گچھ کریں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اس سے صوفیوں کا رد ہوگیا جو یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا۔

نمازوں کی فضیلت اور انہیں ترک کرنے کی وعید

(نماز دین کا ستون اور رکن عظیم ہے جس کی قرآن و حدیث میں بہت فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، اور اسے ترک کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے. ذیل میں مذکور آیات اور احادیث سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے) مترجم

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِم يُحَافِظُونَ أولَئكَ فِي جناتٍ مُكْرَمُونَ ﴾

«سورة المعارج»

ترجمہ: اور وہ لوگ جو نماز کی حفاظت کرتے ہیں وہی لوگ جنتوں میں معزز ہوں گے.

(۲) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ، إنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الفَحْشَاءِ وَالمنكَرِ ﴾ «سورة العنكبوت»

ترجمہ: اور نماز قائم کرو کیونکہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے.

(۳) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَوَيلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ «سورة الماعون»

ترجمہ: تباہی ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہوجاتے ہیں یعنی بغیر کسی عذر کے قضا کردیتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قَدْ أفلَحَ المؤمنُون ، الّذينَ هُم في صَلاتِهِم خَاشِعُونَ ﴾ «سورة المؤمنون»

ترجمہ: یقیناً وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازیں دل لگا کر (خشوع وخضوع) سے ادا کرتے ہیں۔

(۵) اور فرماتا ہے: ﴿ فَخَلَفَ مِن بعدِهِم خَلْفٌ أضَاعُوا الصَّلَاةَ واتَّبعُوا الشَّهَواتَ فَسَوف يَلقَونَ غَيًّا ﴾ «سورة مريم»

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو گنوادیا اور دنیا کے مزوں میں پڑ گئے تو یہ لوگ ضرور جہنم کی غیؔ نامی وادی سے دوچار ہوں گے۔

(٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کیا دیکھا تم نے اگر کسی کے دروازے کے سامنے سے نہر بہتی ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی گندگی باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا ایسے شخص پر کسی قسم کی گندگی باقی نہیں رہ سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح پانچوں

نمازوں کی مثال ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرتے رہتے ہیں.[1]
(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان حد فاصل نماز ہے جو ترک کرے گا وہ کافر ہے. [2]
(۸) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان شخص اور کفر و شرک کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے یعنی جو بھی اسے چھوڑے گا وہ کافر و مشرک ہے. [3]

وضو اور نماز کا طریقہ

وضو کا طریقہ : اپنے دونوں بازوؤں سے کپڑا کہنیوں تک سمیٹ کر (بسم اللہ) کہیے.

ا) کلائیوں تک دونوں ہاتھ دھوئیے، کلی کیجیے اور ناک میں پانی ڈالیے (تین مرتبہ)

ب) تین بار اپنا چہرہ اور پھر دایاں اور بایاں بازو کہنیوں تک دھوئیے.

ج) اپنے پورے سر کا (کانوں سمیت) مسح کیجیے.

د) تین بار دایاں اور بایاں پاؤں ٹخنوں تک دھوئیے.

ھ) اگر پانی نہ مل سکے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے استعمال نہ کر سکیں تو اس حالت میں تیمم کر لیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیریں پھر نماز پڑھیے.

(۱) بخاری مسلم (۲) احمد وغیرہ صحیح (۳) مسلم

نماز کا طریقہ

"صبح کی نماز" (نماز فجر)

صبح کی دو رکعتیں فرض ہیں جن کی دل میں نیت کریں

ا) قبلہ رخ کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیے اور (اللہ اکبر) کہیے.

ب) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھیے اور یہ دعا پڑھیے

« سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَىٰ جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ »

ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ ساتھ تیری تعریف کے اور برکت والا ہے نام تیرا اور بلند ہے شان تیری اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے.

یا پھر یہ دعا پڑھیے:- (اضافہ از مترجم)

اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَ بَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

ترجمہ: یا اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کردے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کو دور کیا، مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے، یا اللہ میرے گناہ پانی، برف اور اولوں سے دھودے.

یا یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ۔

ترجمہ: یا اللہ تو ہی بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میرا پروردگار اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو میرے سبھی گناہ معاف کردے بے شک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے۔

یا پھر یہ دعا پڑھیے:-

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَ اصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلاَّ اَنْتَ۔

ترجمہ: یا اللہ مجھے اچھے اخلاق کی توفیق دے تیرے سوا اچھے اخلاق کی توفیق دینے والا کوئی نہیں اور مجھے برے اخلاق سے محفوظ رکھ تیرے سوا اس سے محفوظ کرنے والا کوئی نہیں۔

پھر آہستہ سے: (اَعُوْذُ بِااللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ)

پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

ترجمہ: (پڑھتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے) پھر سورہ الفاتحہ پڑھیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٭ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٭ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ٭ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ٭ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ٭ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ٭ آمِیْن .

ترجمہ: تمام تعریفیں جہانوں کے رب کے لیے ہیں جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے. قیامت کے دن کا مالک ہے یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھادے ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور جو لوگ گمراہ ہوئے (ہماری اس دعا کو قبول فرما)

پھر سورہ اخلاص یا اس کے علاوہ جو قرآن میں پڑھنا آسان ہو پڑھیے.

بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ٭ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ٭ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ٭ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴾

ترجمہ: کہہ دو اے پیغمبر کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ وہ کسی سے جنم دیا گیا ہے، اور کوئی اس کے برابر نہیں.

۱) اس کے بعد دونوں ہاتھ (کانوں تک) اٹھاتے ہوئے (اللہ اکبر) کہئے اور رکوع کیجیے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھیے اور تین بار:

(سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ) پڑھیے.

ترجمہ: پاک ہے میرا بڑی عظمت والا رب

ب) پھر اپنا سر اٹھائیے اور ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے پڑھیے:

«سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه ، اللّٰهُمَّ رَبَّنا لَكَ الحَمْدُ» .

ترجمہ: سن لیا اللہ نے اسے جس نے اس کی تعریف کی اے اللہ ہمارے رب سب تعریفیں تیرے لیے ہیں تعریفیں بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت.

د) اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کریں اور دونوں ہتھیلیاں، گھٹنے، پیشانی، ناک اور دونوں پاؤں کی انگلیاں اس طرح سے زمین پر رکھیے کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور کہنیاں زمین سے بلند رکھیے اور تین بار یہ دعا پڑھیے: (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى)

ترجمہ: پاک ہے میرا بزرگ و برتر رب.

ھ) (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائیے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں یا رانوں پر رکھ کر کہیے:

«رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ»

ترجمہ: یا رب مجھے معاف کردے مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے عافیت اور روزی عطا کر.

و) دوبارہ اللہ اکبر کہتے ہوئے پہلے کی مانند سجدہ کریں اور تین بار (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى) کہیں، تین مرتبہ سے زیادہ بھی کہہ سکتے ہیں (یعنی طاق اعداد میں).

ز) اس دوسرے سجدہ سے سر اٹھائیے اور بائیں ٹانگ پر بیٹھ جائیے جبکہ دائیں پاؤں کی انگلیاں سیدھی کھڑی ہوں. اس حالت کو جلسہ استراحت کہتے ہیں.

دوسری رکعت:

ا) پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوکر (اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيْمِ) اور (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيْمِ) اور سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا جو کچھ قرآن میں میسر ہو پڑھیں.

ب) پھر جیسے آپ کو بتایا گیا اس طرح رکوع اور سجدہ کیجیے دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ جائیں اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں اکٹھی کرتے ہوئے گھٹنے پر رکھیے اور انگلی شہادت کو اٹھاتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:

« التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ * اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلىٰ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ * أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ * اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَعَلىٰ آلِ إِبْرَاهِيْمَ * إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ *
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيْمَ * إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ * » .

ترجمہ: سب حمد و ثناء دعائیں اور پاکیزہ چیزیں اللہ ہی کے لیے ہیں. اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے

سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں.

یا اللہ رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے کہ تو نے رحمت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو قابل تعریف اور عظمت والا ہے یا اللہ برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو قابل تعریف اور عظمت والا ہے.

ج) پھر یہ دعا پڑھیے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ . وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ .

ترجمہ: یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور زندگی کی آزمائش اور مسیح دجال کے فتنہ سے.

د) پھر دائیں اور بائیں طرف چہرہ پھیرتے ہوئے سلام کہیے (اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ)

"سلامتی ہو تمہارے اوپر اور اللہ کی رحمتیں ہوں.

نماز سے سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل ذکر کرنا سنت ہے: تین بار (أَسْتَغْفِرُ اللّٰه) کہنا اور یہ دعا پڑھنا :

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدّ. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥

ترجمہ: اے اللہ تو سلام ہے، اور تیری ہی جانب سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے، مرتبے اور عزت والا ہے اے میرے رب تو میری امداد کر اپنے ذکر و شکر اور اپنی خلوص عبادت پر، اے اللہ جو تو دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور جو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں، اور نہیں نفع پہنچا سکتی مال دار کو تیرے عذاب سے اس کی مالداری، نہیں کوئی معبود مگر وہ اکیلا اللہ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ہے ملک اور تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ۳۳ مرتبہ (سُبحَانَ اللہ) ۳۳ مرتبہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) اور ۳۴ مرتبہ (اَللہُ اَکْبَرُ) کہے پھر آیت الکرسی پڑھے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: اللہ وہ ہے کہ اس کے علاوہ بندگی کے لائق کوئی نہیں مگر وہی اللہ جو ہمیشہ زندہ رہے گا سب کا تھامنے والا ہے۔ اس کو نیند اور اونگھ

نہیں آتی. اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے، وہ جانتا ہے جو مخلوق کے آگے اور اس کے پیچھے ہے، اور اس کے علم سے کچھ بھی وہ لوگ گھیر نہیں سکتے. مگر جو کچھ وہ چاہتا ہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور دونوں کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں اور وہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے.

اس کے بعد سورہ اخلاص، سورہ الفلق اور سورت الناس پڑھئے، اگر فجر یا مغرب کی نماز ہو تو ان سورتوں کو تین مرتبہ دہرایا جائے.

یہ سبھی ذکر ہر شخص انفرادی طور پر کرے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے. اضافہ از مترجم

نماز کی رکعتوں کی تعداد کا نقشہ

نمازیں	فرض سے پہلی سنتیں	فرض	بعد کی سنتیں
فجر	۲	۲	—
ظہر	۲ + ۲	۴	۲
عصر	۲ + ۲	۴	—
مغرب	۲	۳	۲
عشاء	۲	۴	۲ + ۳ وتر
جمعہ	۲ تحیۃ المسجد	۲	۲ گھر میں یا ۲+۲ مسجد میں

نماز کے مسائل

(۱) پہلی سنتوں سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور بعد کی سنتوں سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں.

(۲) نماز اطمینان اور سکون سے پڑھیں، سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھیں اور ادھر اُدھر مت دیکھیں.

(۳) جب امام بلند آواز سے قراء ت نہ کرے تو تم قراء ت کرو لیکن جب وہ بلند آواز سے قراء ت کرے تو پھر امام کی خاموشی کے دوران صرف سورہ فاتحہ پڑھو.

(۴) جمعہ کی فرض نماز دو رکعت ہے جو مسجد میں خطبہ کے بعد پڑھی جاتی ہیں.

(۵) مغرب کے تین فرض ہیں: جیسے آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کی تھیں ایسے ہی دو رکعت ادا کیجیے اور جب دعاء التحیات سے فارغ ہوجائیں تو (اللہ اکبر) کہہ کر سلام پھیرے بغیر، کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوجائیں تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھیے اور پھر پہلے کی طرح باقی رکعت

مکمل کر کے دائیں بائیں سلام پھیر دیں۔

(٦) ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کے چار فرض ہیں جیسے آپ نے صبح کی نماز ادا کی تھی اس طرح دو رکعت پڑھ کر التحیات پڑھیے اور بغیر سلام پھیرے تیسری اور پھر چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں اور ان دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھیے، باقی نماز پہلے کی مانند مکمل کر کے دائیں بائیں سلام پھیر دیں۔

(٧) وتر کی تین (١) رکعت ہیں۔ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں اور پھر تیسری رکعت علیحدہ پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ آپ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے یا بعد میں دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا پڑھیں۔

« اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ ، وَعَافِنِيْ فِيمَنْ عَافَيْتَ ، وَتَوَلَّنِيْ فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ ، وَبَارِكْ لِيْ فِيمَا أَعْطَيْتَ ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ ، فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ » (٢)

ترجمہ: یا اللہ مجھے ہدایت دے ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے ہدایت دی اور مجھے عافیت عطا کر ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے عافیت دی اور مجھے دوست بنا لے ان میں جنہیں تو نے دوست بنایا اور جو نعمت تو نے مجھے عطا کی ہے اس میں برکت دے اور جس شر کا

---

(١) وتر تین کے علاوہ ایک، پانچ، سات، نو، اور گیارہ رکعت بھی ادا کئے جاسکتے ہیں اسکی تفصیلات کتب احادیث میں دیکھئے۔ (٢) ابوداؤد، صحیح سند

تو نے فیصلہ کیا ہے مجھے اس سے محفوظ رکھ، کیونکہ تو ہی فیصلہ کرتا اور تیرے اوپر کسی کا فیصلہ نہیں چلتا، جسے تو نے دوست بنالیا اسے کوئی رسوا کرنے والا نہیں اور جسے تو دشمن بنالے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بابرکت ہے تو اے ہمارے رب اور برتر ہے (ابوداود)

(۸) اگر آپ مسجد میں آتے ہیں اور امام کو رکوع کی حالت میں پاتے ہیں تو کھڑے ہوکر تکبیر کہیے اور امام کے ساتھ رکوع میں مل جائیے. اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے آپ رکوع میں مل گئے تو آپ کی یہ رکعت ہوگئی لیکن اگر امام نے سر اٹھالیا ہے تو پھر آپ کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی.

(۹) اگر امام سے تمہاری ایک یا ایک سے زیادہ رکعت چھوٹ جائیں تو پھر بھی امام کے ساتھ نماز کے آخر تک متابعت کرو اور جب امام سلام پھیرے تو آپ اس کے ساتھ سلام پھیرے بغیر باقی رکعتوں کو پورا کرنے کے لیے کھڑے ہوجائیں.

(۱۰) نماز جلدی اور تیزی سے مت پڑھیے کیونکہ اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز جلدی سے پڑھ رہا تھا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ لوٹ کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی حتی کہ اس نے تین بار ایسا کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ اے اللہ کے

رسول مجھے نماز پڑھنا سکھا دیجیے تو آپ نے فرمایا: اس طرح سے رکوع کرو کہ تم مطمئن ہوجاؤ پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہوجاؤ پھر مطمئن ہوکر سجدہ کرو پھر سر اٹھاؤ اور مطمئن ہوکر بیٹھ جاؤ.[1]

(۱۱) اگر تم سے نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب مثلاً تشہّد چھوٹ جائے یا رکعتوں کی تعداد میں شک ہوجائے تو تھوڑی رکعتیں شمار کرکے نماز مکمل کرو اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرو جسے سجدہ سہو کہتے ہیں.

(۱۲) نماز میں زیادہ حرکت نہ کرو کیونکہ یہ نماز کے خشوع و خضوع کے منافی ہے بلکہ ممکن ہے کہ زیادہ اور بلاضرورت حرکت نماز کے ضائع ہونے کا سبب بن جائے.

(۱۳) عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات کو ختم ہوجاتا ہے جبکہ وتر کی نماز کا وقت فجر طلوع ہونے تک باقی رہتا ہے.

---

(۱) متفق علیہ

نماز سے متعلق احادیث

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سورج طلوع ہونے تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے اور پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اسے مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے (۱)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی فرض نماز میں کمی رہ گئی تو اس کی یہ کمی اس کی نفلی نماز سے پوری کردی جائے گی. (۲)

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ظہر کی نماز سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کردیتا ہے (۳)

(۴) آپ نے فرمایا: ایسے نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو (۴)

(۵) جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے جنہیں (تحیۃ المسجد) کہا جاتا ہے.

---

(۱) ترمذی، صحیح (۲) طبرانی صحیح (۳) ترمذی، صحیح (۴) بخاری (۵) بخاری

(۶) قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو (۱)

(۷) جب جماعت کھڑی ہوجائے تو پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی (۲)

(۸) مجھے حکم ملا ہے کہ کوئی کپڑے نہ سمیٹوں (مسلم) امام نووی فرماتے ہیں ممانعت اس بات کی ہے کہ نماز کی حالت میں آستین وغیرہ سمیٹی ہوئی ہو۔

(۹) اپنی صفیں سیدھی کرلو اور ساتھ مل جاؤ، حضرت انس فرماتے ہیں ہم ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملایا کرتے تھے (۳)

(۱۰) جب نماز کھڑی ہوجائے تو پھر دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ نماز کی طرف آتے ہوئے تم پر سکون ہو۔ اور نماز کا جو حصہ تمہیں مل جائے وہ امام کے ساتھ پڑھ لو باقی حصہ بعد میں پورا کرلو۔ (۴)

(۱۱) پورے اطمینان سے رکوع کرو پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہوجاؤ پھر پورے اطمینان سے سجدہ کرو۔ (۵)

(۱۲) جب سجدہ کرو تو اپنے ہاتھ زمین پر رکھ کر کہنیاں اٹھائے رکھو (۶)

(۱۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا امام ہوں

---

(۱) مسلم (۲) مسلم (۳) بخاری (۴) بخاری و مسلم (۵) بخاری (۶) مسلم

چنانچہ رکوع یا سجدہ کرتے ہوئے مجھ سے سبقت نہ کرو (۱)
(۱۴) قیامت کے روز ہر شخص کا سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز صحیح ہوئی تو تمام اعمال صحیح ہوجائیں گے اگر وہی فاسد ہوئی تو تمام اعمال (ضائع) فاسد ہوجائیں گے (۲)

"نماز جمعہ اور جماعت کی فرضیت"

نماز جمعہ اور باجماعت نماز کی ادائیگی درج ذیل دلیلوں سے مَردوں پر واجب ہے.

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يا أيُّهَا الّذِيْنَ آمَنُوآ إذَا نُودِيَ لِلصَّلاةِ مِنْ يَوم الجُمُعَةِ ، فَاسْعَوا إلىٰ ذِكْرِ الله ، وَذَرُوا البَيْعَ ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لكُمْ ، إنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ . «سورة الجمعة»

ترجمہ: اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز کے لیے آذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت (دنیا کے کام) چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو.

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تین جمعے غفلت اور سستی سے چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر (گمراہی)

---

(۱) مسلم (۲) طبرانی، صحیح

کی مہر لگادیتے ہیں (۱)

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بغیر کسی عذر کے اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور انہیں کوئی بیماری نہیں ہے تو ان کے گھروں کو جلادوں. (۲)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص آذان سننے کے باوجود نماز کے لیے مسجد میں نہیں آتا تو (بیماری یاڈر جیسے) عذر کے بغیر اس کی نماز نہیں ہوتی. (۳)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو آپؐ اسے اجازت دے دیتے ہیں، جب چلنے لگتا ہے تو آپؐ دریافت کرتے ہیں کہ کیا تم آذان کی آواز سنتے ہو تو اس نے جواب دیا جی ہاں! آپ نے فرمایا تو پھر تمہیں مسجد میں نماز کے لیے آنا ہوگا (۴)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص

---

(۱) احمد صحیح (۲) مسلم (۳) ابن ماجہ (۴) مسلم

چاہتا ہو کہ وہ کل روز قیامت اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملے تو اسے چاہیے کہ جب بھی پانچوں نمازوں کے لیے منادی ہو تو ان کی باجماعت پابندی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو ہدایت کے راستے بتائے ہیں اور نمازوں کی باجماعت ادائیگی انہیں ہدایت یافتہ طریقوں میں سے ہے. اگر تم بھی پیچھے رہنے والے کی مانند گھر میں نماز پڑھنا شروع کردو تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دوگے. اور جب اپنے نبی کی سنت چھوڑدوگے تو گمراہ ہوجاؤگے اور ہم دیکھا کرتے تھے کہ معلوم شدہ منافق کے سوا کوئی دوسرا آدمی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا اگر چہ کسی کو (بیماری کی وجہ سے) دو آدمیوں کا سہارا لے کر ہی کیوں نہ آنا پڑتا یہاں تک کہ اس کو صف میں کھڑا کردیا جاتا. (۱)

---

(۱) مسلم

نماز جمعہ اور جماعت کی فضیلت

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غسل کرکے جمعہ کے لیے آتا ہے اور حسب مقدور نفل پڑھتا ہے، پھر امام کے فارغ ہونے تک اس کا خطبہ خاموشی سے سنتا ہے اور امام کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعے تک کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور تین دن کے مزید بھی (مسلم)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے ایسے ہے جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا ہو، اور جو شخص فجر کی نماز بھی باجماعت پڑھتا ہے ایسے ہے جیسے اس نے ساری رات قیام کیا ہو (مسلم)

(۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز اکیلے نماز کی نسبت ستائیس گنا زیادہ بہتر ہے (بخاری و مسلم)

(۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غسل جنابت کی طرح غسل کرتا ہے اور پہلی گھڑی میں مسجد آتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اس نے اونٹ کی قربانی دی ہو اور جو شخص دوسری گھڑی میں آتا ہے ایسے ہے جیسے کہ اس نے گائے کی قربانی دی ہو، اور جو

تیسری گھڑی میں آتا ہے ایسے ہے جیسے اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی ہو، اورجوچوتھی گھڑی میں آئے ایسے ہے جیسے اس نے مرغی قربان کی ہو اور پانچویں گھڑی میں آنے والے کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے. پھر جب امام خطبہ کے لیے آجائے تو ثواب لکھنے والے فرشتے خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں. (مسلم)

"جمعہ کی نماز اور اس کے آداب"

(۱) میں جمعہ کے روز غسل کرتا، ناخن اتارتا، خوشبو لگاتا اور وضو کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہوں.

(۲) کچا پیاز اور لہسن نہیں کھاتا اور نہ ہی سگریٹ پیتا ہوں، اور مسواک سے اپنے دانت صاف کرتا ہوں.

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوکر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتا ہوں اگر چہ امام خطبہ دے رہا ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی خطبہ کے دوران مسجد میں آئے تو ہلکی سی دو رکعت پڑھ لے (بخاری و مسلم)

(۴) بغیر کوئی بات کیے امام کا خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جاتا ہوں.

(۵) نماز جمعہ کے بعد مسجد میں چار یا گھر میں دو سنت پڑھتا ہوں اور یہی بہتر ہے۔

(۶) امام کے پیچھے دل سے نیت کرتے ہوئے جمعہ کے دو فرض ادا کرتا ہوں۔

(۷) اس دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی دنوں کی نسبت زیادہ درود و سلام پڑھتا ہوں۔

(۸) جمعہ کے روز زیادہ سے زیادہ دعا کرتا ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جو مسلمان بھی اپنے لیے اللہ سے اس وقت کوئی بھلائی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عنایت فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

بیمار کے لیے نماز کی فرضیت

برادر مسلم! بیماری کی حالت میں بھی نماز مت چھوڑیئے کیونکہ اس حالت میں بھی آپ پر نماز فرض ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے جنگ کے دوران بھی نماز پڑھنا فرض کی ہے۔

اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بیمار شخص کے لیے نماز دلی سکون کا باعث بنتی ہے جو اسے جلد شفایاب ہونے میں مدد دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (وَاسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ)

اور مدد حاصل کرو صبر اور نماز قائم کرنے سے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اے بلال نماز کے لیے اقامت کہو تاکہ ہم نماز قائم کرکے سکون حاصل کرسکیں (۱)
بیمار شخص بجائے اس کے کہ وہ نماز ترک کرکے نافرمان ہوکر فوت ہو بلکہ چاہیے کہ وہ نماز ادا کرتا ہوا دنیا سے رخصت ہو اور اللہ تعالیٰ نے بیمار کے لیے پانی استعمال نہ کرنے کی صورت میں تیمم کرنے کی جو آسانی کی ہے وہ اس لیے کہ کہیں پانی نہ استعمال کرسکنے پر وہ نماز نہ چھوڑ بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِنْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ «سورة المائدة آية ٦»

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کرکے آئے یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ مل سکے یا اسے استعمال نہ کرسکو تو پاک مٹی سے تیمم کرتے ہوئے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتے بلکہ وہ تمہیں پاک اور تمہارے اوپر اپنا احسان پورا کرنا چاہتے ہیں تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ (سورہ المائدہ)

(۱) رواہ ابوداود، علامہ البانی نے اس کی سند حسن قرار دی ہے

بیمار شخص کی طہارت کا طریقہ

(۱) بیمار کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانی سے طہارت کرے چنانچہ جنابت وغیرہ سے غسل کرے ورنہ وضو کرے۔

(۲) اگر پانی استعمال کرنے سے عاجز ہو یا بیماری بڑھنے یا شفایاب ہونے میں دیر ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں تیمم کرسکتا ہے۔

(۳) تیمم کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک بار اپنے دونوں ہاتھوں کو پاکیزہ زمین پر مارے اور پھر ان سے اپنے چہرے کا اور پھر دونوں ہاتھوں کا ایک دوسرے پر مسح کرے۔

(۴) اگر بیمار بذات خود طہارت نہ کرسکتا ہو تو کوئی دوسرا شخص اسے وضو یا تیمم کرواسکتا ہے۔

(۵) اگر بیمار کے کسی اعضاء وضو پر زخم ہو اور اسے پانی سے دھو سکتا ہے تو اسے دھولے لیکن اگر پانی سے زخم متاثر ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ بھگو کر مسح کرلے لیکن اگر مسح کرنے سے زخم خراب ہوتا ہے تو پھر ان اعضاء وضو کی طرف سے تیمم کرلے۔

وضاحت:- مثال کے طور پر اگر کسی کے دائیں پاؤں پر زخم ہو تو اسے چاہیے کہ باقی اعضاء دھونے کے بعد اگر پاؤں کا وہ حصہ جہاں

زخم ہے دھوسکتا ہے تو دھولے لیکن اگر اس سے زخم خراب ہوتا ہے تو پھر باقی اعضاء دھونے کے بعد اس پاؤں کی طرف سے اس طرح تیمم کرلے جیسے کہ تیمم کرنے کا طریقہ بتایا جاچکا ہے.

(۶) اگر اس کے کسی ٹوٹے ہوئے عضو پر پٹی وغیرہ ہو تو دھونے کی بجائے اس پر مسح کرلینا کافی ہوگا، کیونکہ اس حالت میں مسح کرنا دھونے کے قائم مقام ہوگا چنانچہ اس کی طرف سے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں.

(۷) دیوار یا کسی بھی ایسی پاکیزہ چیز پر تیمم کرنا جائز ہے جس پر گرد و غبار ہو اور اگر دیوار رنگ (پینٹ) شدہ ہو تو پھر صرف اس وقت اس پر تیمم کرنا جائز ہوگا جب اس پر گرد و غبار ہو ورنہ نہیں.

(۸) اگر تیمم زمین، دیوار یا کسی گرد آلود چیز پر کرنا ممکن نہ ہو تو پھر بیمار شخص اپنے پاس کسی برتن یا کپڑے میں مٹی رکھ لے اور اسی سے تیمم کرے.

(۹) اگر مریض نے ایک نماز کے لیے تیمم کیا اور اس کی یہ طہارت دوسری نماز تک باقی رہی تو وہ یہ نماز دوبارہ تیمم کئے بغیر پڑھ سکتا ہے کیونکہ جب تک وہ طہارت کسی وجہ سے ختم نہیں کردیتا اس وقت تک اس کی طہارت باقی ہے.

ملاحظہ : تیمم بھی ہر اس چیز سے ختم ہوجاتا ہے جس سے وضو ٹوٹ

جاتا ہے.

(۱۰) مریض کے لیے اپنے جسم سے ہر قسم کی نجاست دور کرنا ضروری ہے لیکن اگر وہ ایسا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں نماز پڑھ لے اور نجاست دور ہونے پر اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں.

(۱۱) بیمار شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاکیزہ کپڑوں میں نماز پڑھے، چنانچہ اگر کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں تو انہیں دھونا یا پاکیزہ کپڑوں سے تبدیل کرنا ضروری ہوگا، لیکن اگر ممکن نہ ہو تو پھر وہ جس حالت میں ہے اس میں نماز پڑھ لے، پاکیزہ کپڑے ملنے پر نماز دہرانے کی ضرورت نہیں.

(۱۲) بیمار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پاک جگہ پر نماز پڑھے چنانچہ اگر جگہ ناپاک ہوجاتی ہے تو اسے دھونا، جگہ تبدیل کرنا یا پھر اس پر پاک چیز بچھانا ضروری ہوگا، لیکن اگر یہ سبھی کچھ ناممکن ہو تو وہ جیسے بھی ہو نماز پڑھ لے اور بعد میں دہرانے کی ضرورت نہ ہوگی

(۱۳) بیمار کے لیے جائز نہیں کہ وہ طہارت نہ کرسکنے کی وجہ سے نماز بروقت ادا نہ کرے بلکہ اسے چاہیے کہ حسب استطاعت طہارت کرے اور نماز کو اس کے وقت میں ادا کرے، اور اگر کوشش کے باوجود جسم، کپڑے یا جگہ سے نجاست دور نہ کرسکا ہو تو کوئی حرج نہیں.

"بیمار شخص کیسے نماز ادا کرے؟"

(۱) بیمار کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کھڑے ہو کر ادا کرے اگرچہ اسے جھک کر یا دیوار یا لاٹھی پر ٹیک لگا کر ہی کیوں نہ پڑھنا پڑے.

(۲) لیکن اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قیام اور رکوع کی جگہ پر وہ چار زانوں ہو کر بیٹھے.

(۳) لیکن اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر قبلہ رو ہو کر اپنے پہلو پر لیٹے ہوئے نماز پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ دائیں پہلو پر لیٹا ہو. لیکن اگر قبلہ کی طرف رخ نہ کرسکتا ہو تو پھر وہ جس طرف لیٹا ہو اسی طرف نماز پڑھ لے. اس کی نماز صحیح ہوگی اور دھرانے کی ضرورت نہیں.

(۴) اگر پہلو پر بھی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو وہ اپنے پاؤں قبلہ کے رخ کئے لیٹا ہوا نماز پڑھ سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس کا سر تھوڑا بلند ہو تاکہ قبلہ رو ہوسکے. اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ جیسے لیٹا ہو ویسے ہی نماز پڑھ لے، دھرانے کی ضرورت نہ ہوگی.

(۵) بیمار کے لیے بھی رکوع اور سجدہ کرنا ضروری ہے لیکن اگر نہ کرسکتا ہو تو اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے رکوع و سجدہ کرے چنانچہ

سجدہ کرتے ہوئے رکوع کی نسبت سر زیادہ جھکائے. اور اگر صرف رکوع ہی کرسکتا ہو تو رکوع کرلے اور سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کرلے، اسی طرح اگر صرف سجدہ کرسکتا ہو تو سجدہ کرلے اور رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرلے، اور سجدہ کرنے کے لیے کوئی تکیہ وغیرہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے.

(٦) اگر بیمار شخص رکوع اور سجدہ سر کے اشارہ سے بھی نہ کرسکتا ہو تو پھر اپنی آنکھوں سے اشارہ کرے چنانچہ رکوع کے لیے اشارہ کرتے ہوئے آنکھیں معمولی مقدار میں بند کرے اور سجدہ کے لیے اشارہ کرتے ہوئے رکوع کی نسبت زیادہ بند کرے، بعض بیمار حضرات رکوع اور سجدہ کے لیے انگلی سے اشارہ کرتے ہیں حالانکہ اس بات کی مجھے قرآن و حدیث اور علماء کے اقوال سے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوسکی.

(٧) پھر اگر سر یا آنکھ سے بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے نماز پڑھے، چنانچہ تکبیر کہے، قراء ت کرے اور اپنے دل سے رکوع، سجدہ، قیام اور بیٹھنے کا ارادہ کرے اور ہر شخص کی جزا اس کی نیت کے مطابق ہے.

(٨) بیمار کے لیے ہر نماز کو وقت پر ادا کرنا اور اس کے واجبات کو حسب استطاعت پورا کرنا ضروری ہے ، لیکن اگر اس کے لیے ہر نماز

وقت پر ادا کرنا مشکل ہو تو پھر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرسکتا ہے، آسانی کے مطابق جمع تقدیم یعنی عصر کی نماز ظہر کے ساتھ اور عشاء کی مغرب کے ساتھ یا جمع تاخیر یعنی ظہر کی نماز عصر کے وقت میں اور مغرب کی عشاء کے وقت پڑھ سکتا ہے جبکہ فجر کی نماز کسی پہلی یا بعد والی نماز کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی.

(۹) اگر بیمار شخص مسافر ہو اور اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں علاج کروارہا ہو تو اسے نماز قصر کرکے پڑھنا چاہیے چنانچہ چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے جیسے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں ہیں، اور یہ رخصت اس کے لیے علاج مکمل ہونے تک باقی ہے چاہے علاج طویل عرصہ میں ہو یا تھوڑے عرصہ میں ہو.

"دعاء مستجاب"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رات کو اٹھ کر یہ دعا پڑھی :

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ.

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لیے بادشاہی اور سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کی ذات پاک ہے سب تعریفیں اس کی ہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ کبریائی والا ہے اور اللہ کے سوا میری کوئی قوت و طاقت نہیں پھر اللھم اغفرلی (اللہ مجھے معاف کردے) کہا تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اگر وضو کرکے نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول ہوگی (بخاری)

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے والا دل سے اس کی نیت کرے اور پھر چار تکبیریں کہے.

(۱) پہلی تکبیر کے بعد (اعوذ با اللہ) اور (بسم اللہ) پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے.

(۲) دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ)

(۳) تیسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے والی یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيْرِنَا ، وَكَبِيْرِنَا ، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ .

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ .

ترجمہ : یا اللہ ہمارے زندوں، مردوں، حاضر و غائب، چھوٹوں اور بڑوں، مَردوں اور عورتوں کو بخش دے یا اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت دے اسے ایمان پر موت دے. اے اللہ ہمیں مرنے والے کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر. (احمد، ترمذی - حسن صحیح)

(۴) چوتھی تکبیر کے بعد حسب منشاء دعا کرے اور پھر دائیں طرف سلام پھیر دے.

موت کی نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموتِ ، وإنّما تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُم يَومَ القِيَامةِ ، فمَن زُحزِحَ عنِ النّارِ وأُدخِلَ الجَنةَ فقدْ فَازَ ، وَمَا الحَياةُ الدُّنيَا إلّا متاعُ الغرُورُ ﴾

ترجمہ: ہر جان کو موت چکھنا ہے اور قیامت کے روز تمہیں (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، چنانچہ جو شخص جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کردیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے (سورہ آل عمران)

اور کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

تزوَّد لِلــذي لابُــدَّ مِنــهُ   فإنَّ الموتَ ميقــاتُ العبــادِ
وتُبْ مما جنـيت وأنت حَيٌّ   وكُـنْ متـنبها قبـل الرُقـاد
سَتَنْـدَمُ إنْ رحـلتَ بغير زاد   وتشقى إذ يُنـاديك المنـادي
أترضى أن تكون رفيقَ قـومٍ   لهمْ زادٌ ، وأنت بغيــر زاد ؟

ترجمہ: اس موت کی تیاری کا سامان کرو جو ہر شخص کو لامحالہ اپنے وقت پر آنے والی ہے، اور زندگی میں جو گناہ کرچکے ان سے توبہ کرلو اور قبر میں ڈالے جانے سے قبل ہی ہوشیار ہوجاؤ اگر تم بغیر زاد راہ کے نکل پڑے تو شرمندگی ہوگی اور جب آواز دینے والا آواز دے گا تو بد بختی کا سامنا ہوگا، کیا تم بغیر زاد راہ کے ایسے لوگوں کا ہم سفر ہونا چاہتے ہو جو اپنا زاد راہ ساتھ لے چکے ہوں۔

عید گاہ میں نماز عیدین کی ادائیگی

كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يخرُجُ يومَ الفطرِ والأضحىٰ إلى المصَلَّى ، فأولَّ شيءٍ يَبدَأُ به الصَّلاةُ . .

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ جاتے تو وہاں پہنچ کر سب سے پہلے نماز پڑھتے (بخاری)

قال رسول الله ﷺ : « التكبيرُ في الفطرِ : سبعٌ في الأولىٰ ، وخمسٌ في الآخرةِ ، والقراءة بعدهما كلتيهما

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید الفطر کی نماز میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ان تکبیروں کے بعد قراء ت کی جاتی ہے. (ابوداؤد - حسن)

أمرنا رسول الله ﷺ أن نُخرجهن في الفطرِ والأضحىٰ : العَواتِق ، والحُيَّض ، وذواتِ الخُدُورِ ، فأما الحيَّض فيَعتزِلْنَ الصلاة ، ويشْهدنَ الخير ودعوة المسلمين ، قلتُ يارسولَ الله ، إحدانا لايكون لها جلباب ؟ قال : لِتُلْبِسهَا أختها من جُلبابِها .

(۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید الفطر اورعیدالاضحیٰ کے لیے حیض والی عورتیں اور پردہ نشین کنواری لڑکیاں بھی ساتھ لے جائیں

لیکن حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھیں تاکہ وہ بھی اس خیر و برکت کے اجتماع اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو سکیں. حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا: اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کسی کے پاس اوڑھنی نہ ہو تو پھر؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی کسی بہن کو چاہیے کہ وہ اسے اپنی اوڑھنی اوڑھادے. (بخاری و مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) نماز عیدین دو رکعت پڑھنا سنت ہے جس میں نمازی پہلی رکعت کے شروع میں سات اور دوسری رکعت کے شروع میں پانچ تکبیریں کہے پھر سورہ فاتحہ اور قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھے.

(۲) نماز عید مدینہ کے نزدیک عید گاہ میں ادا کی جاتی تھی جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے اور آپ کے ساتھ بچے، عورتیں، دوشیزائیں اور حتیٰ کہ حائضہ عورتیں بھی جایا کرتیں.

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید کے لیے عیدگاہ میں جانا ضروری ہے اور مسجد میں نماز عید پڑھنا صرف مجبوری کی حالت میں جائز ہے.

عید الاضحیٰ میں قربانی کرنے کی تاکید

«إن أوَّلَ ما نَبدَأ به في يَومِنا هٰذا : أن نُصلِّيَ ، ثُمَ نرجع فننحر ، فمن فعلَ ذٰلك فقد أصابَ سُنَّتِنا ، ومن نَحر قَبلَ الصلاةِ ، فإنَّما هو لحمٌ قَدَّمه لأهله ، وليس من النُسُكِ في شيءٍ .

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں چاہیے اپنا آج عید کا دن نماز سے شروع کریں پھر واپس آکر قربانی کریں چنانچہ جو شخص اس طرح سے کرتا ہے تو اس نے ہماری سنت اپنالی اور جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرلیا تو اس کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنے اہل خانہ کو کھانے کے لیے گوشت مہیا کیا ہے (بخاری و مسلم)

: «يا أيها الناس : إنَّ علىٰ كِلّ بيتٍ أضُحِيَةً» .

(۲) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! ہر گھر کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے ۔ (۱)

«مِن وجَد سَعَة لأن يُضَحِّيَ ، فلم يُضحِّ ، فلا يَقربنَّ مُصلَّانا »

(۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے. (۲)

---

(۱) ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد ابن حجر نے اسے قوی قرار دیا.

(۲) احمد وغیرہ جامع الاصول کے مولف نے حسن قرار دیا ہے

نماز استسقاء (بارش مانگنے کے لیے نماز)

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف نماز استسقاء پڑھنے کے لیے نکلے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا مانگی، پھر قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر الٹ دی چادر کا دایاں حصہ بائیں طرف کر دیا (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا مانگتے اور فرماتے یا اللہ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (جب وہ زندہ تھے) وسیلہ بناتے ہوئے بارش مانگا کرتے تھے تو تُو بارش برساتا تھا (اب جب کہ تیرے نبیؐ فوت ہو چکے ہیں) ہم آپؐ کے چچا کا وسیلہ دیتے ہوئے تجھ سے بارش کی دعا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ پانی برساتے تھے۔ (بخاری)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو مسلمان ان کو دعا کا وسیلہ بناتے اور ان سے بارش کے لیے دعا کرواتے اور جب وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو پھر مسلمانوں نے (فوت شدہ) نبی سے دعا نہیں کروائی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو ابھی بقید حیات تھے) نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بارش کی دعا کی۔

"نماز خسوف و کسوف" (وہ نماز جو سورج یا چاند گرہن لگنے سے پڑھی جاتی ہے)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن لگا تو آپ نے منادی کروائی (نماز کے لیے جمع ہوجاؤ) پھر آپ نے چار رکوع اور چار سجدوں سے دو رکعت ادا کی. (یعنی ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کیے) (بخاری)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب سورج گرہن لگا تو آپ نے لوگوں کو اس طرح سے نماز پڑھائی کہ آپ نے لمبی قراء ت کرنے کے بعد لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر لمبی قراء ت کی جو پہلی قراء ت کی نسبت کم تھی، پھر آپ نے رکوع کیا جو پہلے رکوع کی نسبت چھوٹا تھا پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دو سجدے کیے اور پھر اسی طرح سے دو رکعت ادا کی. اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اس وقت سورج روشن ہوچکا تھا، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے (۱) بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو کہ اپنے بندوں

(۱) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کیونکہ اس دن آپؐ کے فرزند ابراہیم

کو (ڈرانے کے لیے) دکھاتے ہیں چنانچہ جب تم چاند یا سورج گرہن لگا ہوا دیکھو تو نماز کی طرف دوڑو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو درود پڑھو اور صدقہ خیرات کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے امت محمدؐ! اگر تمہاری غیرت برداشت نہیں کرتی کہ تمہارا کوئی غلام یا لونڈی زنا کرے تو اللہ تعالیٰ تم سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے اے امت محمدؐ! اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہوں جو مجھے معلوم ہیں تو تم بہت تھوڑا ہنسا کرو اور بہت زیادہ رویا کرو کیا میں نے تمہیں تبلیغ نہیں کر دی ؟ (۲)

رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے اس لیے بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شائد یہ ابراہیمؓ کے فوت ہونے کی وجہ سے سورج گرہن لگا ہے تو آپؐ نے ان کا یہ شبہ دور کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔

(۲) بخاری مسلم مختصراًمن جامع الاصول ۲ / ۱۵۶ - ۱۵۸

"نماز استخارہ"

(نماز استخارہ اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہو لیکن وہ اسے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ نہ کرپایا ہو تو اس حالت میں وہ دو رکعت پڑھ کر اس کام میں بہتری اور آسانی کی دعا کرے) مترجم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام کاموں کے لیے اس طرح دعاء استخارہ سکھاتے تھے جیسے قرآن کریم کی کوئی سورت سکھاتے تھے، آپ ؐ نے فرمایا جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اسے دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا مانگنا چاہیے:

« اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَأَسْتَقدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَأَسأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيْمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ . وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ .

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ ، (أو قال في عاجل أمري وآجله) فَاقْدُرْهُ لِيْ ، وَيَسِّرْهُ لِيْ ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ ، (أو قال في عاجل أمري وآجله) فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ »

«رواه البخاري»

ترجمہ: "یا اللہ میں تیرے علم کی بدولت بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد سے کام کرنے کی طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں یقیناً تو ہی قدرت رکھتا ہے میں قدرت نہیں رکھتا تو ہی جانتا ہے جبکہ میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب کا علم جاننے والا ہے یا اللہ اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام (اس کام کا نام لے) میرے لیے دینی و دنیاوی معاملات اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرا مقدر بنادے، اس کا حصول میرے لیے آسان کردے ۔ اور اسے میرے لیے بابرکت بنادے. اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے دینی و دنیاوی معاملات اور انجام کے لحاظ سے نقصان دہ ہے تو اسے مجھ سے دور کردے اور میری سوچ و فکر سے نکال دے اور جہاں کہیں بھی بھلائی ہو اسے میرا مقدر بنادے اور مجھے اس پر مطمئن کردے"

جیسے انسان علاج کے لیے بذات خود دوا استعمال کرتا ہے ایسے ہی اسے یہ نماز اور دعا خود کرنا چاہیے. اور اس کا یقین ہو کہ اس نے اپنے جس رب سے استخارہ کیا ہے وہ ضرور اس کی کسی بہتر راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور اس بہتری کی علامت یہ ہے کہ آپ کے لیے اس کام کے اسباب آسان ہوجائیں گے اس استخارہ کا علم ہونے کے بعد تم بدعتی استخارے سے بچو جو خوابوں، مکاشفوں اور خاوند

بیوی کے ناموں کا حساب لگا کر کیے جاتے ہیں کیونکہ ایسی چیزوں کی دین میں کوئی حقیقت نہیں. بلکہ شرک اور بدعت ہیں جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جس شخص نے نجومی سے کوئی بات پوچھی اور اس کی تصدیق کردی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی (مسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ:

ایسے شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے (قرآن) سے کفر کا ارتکاب کیا. (ابوداوٗد)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس پر کس قدر گناہ ہے تو اس کے لیے چالیس (سال) کھڑا ہونا (انتظار کرنا) نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (بخاری ابن خزیمہ)

(ابوالنضر نے کہا، کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس سال کہا ہے یا چالیس مہینہ)

اس حدیث میں نمازی کے آگے اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنے میں بہت بڑے گناہ کی وعید کی گئی ہے اور اگر گزرنے والے کو اس

گناہ کا علم ہو تو وہ چالیس سال تک انتظار کرنا تو برداشت کرلے گا لیکن نمازی کے آگے سے نہیں گزرے گا، البتہ اس کے لیے نمازی کی سجدہ گاہ سے دور سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں سجدہ کی حالت میں ہاتھ رکھنے کی جگہ بتائی گئی ہے.

اور نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھ لیا کرے تاکہ گزرنے والا متنبہ ہوجائے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم میں کوئی سترہ رکھے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے روک دے اور پیچھے ہٹا دے اگر پھر بھی وہ باز نہ آئے تو اسے سختی سے روکے کہ وہ شیطان ہے۔ بخاری، مسلم

(۱) بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہونے والی ممانعت میں مسجد الحرام (بیت اللہ) اور مسجد نبوی بھی شامل ہے کیوں کہ آپ نے یہ حدیث مکہ یا مدینہ میں ہی بیان فرمائی جہاں مسجد الحرام اور مسجد النبوی ہیں.

اس بات کی دلیل یہ بھی ہے کہ امام بخاری نے باب (یردّ المُصَلّی مَنْ مَرَّبینَ یَدَیۂِ) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیت اللہ میں تشہد کے دوران آگے سے گزرنے والے کو روکا اور فرمایا کو اگر کوئی لڑنا چاہتا ہے تو اس

سے لڑے یعنی اگر کوئی سختی کیے بغیر نہیں رکتا تو اسے سختی سے روکے.
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں بیت اللہ کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ وہم نہ رہے کہ بیت اللہ میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے آگے سے گزرنا جائز ہے، اثر مذکور کو امام بخاری کے استاد ابو نعیم نے کتاب الصلاہ میں کعبہ کے ذکر سے موصول کیا ہے .

(۲) جبکہ سنن ابوداؤد میں روایت ہونے والی حدیث ایک راوی مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس حدیث کی عبارت یہ ہے کہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعۃ اپنے بعض گھر والوں سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو باب بنی سہم کے نزدیک بغیر سترہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور لوگ ان کے آگے سے گزر رہے تھے.

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کمزور ہے کیونکہ کثیر بن کثیر نے یہ حدیث اپنے باپ سے نہیں بلکہ کسی گھر والے سے سنی ہے چنانچہ وہ مجہول ہے.

(۳) اسی طرح صحیح بخاری میں باب (سترہ بمکۃ و غیرھا) میں حضرت ابو جحیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحاء مکہ کی طرف نکلے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے لاٹھی گاڑھے ہوئے ظہر اور عصر کی دوگانہ نماز ادا کی.

مختصراً یہ کہ نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے گزرنا حرام ہے اور اگر وہ اپنے سامنے سترہ رکھے ہوئے ہو. اور پھر بھی کوئی اس کی سجدہ گاہ سے گزرے تو اس میں سخت گناہ کی وعید ہے مذکورہ احادیث کی رو سے یہ حکم مسجد الحرام اور باقی سبھی جگھوں کے لیے برابر ہے اس حکم سے صرف سخت بھیڑ کے وقت مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اور نماز

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- (وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا) (۱)
ترجمہ : اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو.

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم نہیں کرتے تھے (۲)

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آیت پڑھ کر رکتے اور پھر اگلی آیت پڑھتے چنانچہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) کہہ کر رکتے پھر (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم) پڑھتے اور رک جاتے (۳)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ قرآن اچھی اور رسیلی آواز

---

(۱) سورہ المزمل (۲) صحیح رواہ ابن سعد (۳) ترمذی، صحیح

سے پڑھا کرو کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے (۱)

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے ہوئے آواز لمبی کرتے (۲)

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ سحر کی آواز سن کر نیند سے بیدار ہوتے (۳)

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار اپنے جوتوں میں بھی نماز پڑھ لیتے۔ (۴)

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ سے ذکر اذکار کا شمار کرتے (۵)

(۹) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشکل درپیش ہوتی تو نماز پڑھتے (۶)

(۱۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور دائیں ہاتھ کی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی اٹھائے دعا کرتے۔

(مسلم۔ صفۃ الجلوس فی الصلاہ ۵ / ۸۰)

(۱۱) (نماز میں بیٹھے ہوئے) آپ دائیں ہاتھ کی انگلی (شہادت) کو حرکت دیتے ہوئے دعا کرتے (نسائی - صحیح) اور آپ فرماتے اس کی ضرب کاری شیطان کے اوپر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے (احمد، حسن)

---

(۱) ابوداؤد، صحیح (۲) احمد، صحیح (۳) بخاری و مسلم (۴) بخاری و مسلم (۵) ترمذی ابوداؤد صحیح (۶) ابوداؤد و احمد حسن

(۱۲) آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے (۱)
(۱۳) چاروں آئمہ کرام نے متفقہ طور پر فرمایا ہے کہ (اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْہَبِیْ) اگر صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہوگا اس لیے تشہد کے دوران انگلی کو حرکت دینا (رفع الیدین کرنا، بلند آواز سے آمین کہنا) اور نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا ان کے مذہب کے مطابق ہے اور یہی سنت ہے.
(۱۴) انگلی شہادت کو نماز میں حرکت دینا امام مالک اور بعض شافعی حضرات وغیرہ کا مذہب ہے جیسے کہ اس کا ذکر امام نووی کی کتاب شرح المہذب (۳ / ۴۵۴) اور محقق جامع الاصول نے (۵ / ۴۰۴) کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرکت دینے کی وجہ مذکورہ حدیث میں بیان فرمادی ہے جس میں ہے کہ اس طرح انگلی کو حرکت دینا شیطان پر لوہے کی ضرب سے بھی زیادہ سخت ہے اور یہ اس لیے کہ انگلی کا حرکت دینا اللہ کی توحید کی طرف اشارہ ہے جبکہ شیطان کو توحید ناپسند ہے چنانچہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا انکار کرنے کے بجائے آپ

---

(۱) (ابن خزیمہ وغیرہ نے روایت کیا ترمذی نے حسن کہا ہے) اور امام نووی نے اس کا ذکر مسلم شریف کی شرح میں کیا اور کہا ہے کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف ہے.

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے جیسے کہ انہوں نے فرمایا ہے (صَلُّوْ كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ) اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو. (۱)

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت "

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۲)

﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ ﴿ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے، رات کا قیام کرو سوائے کچھ حصے کے.

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں یا رمضان کے علاوہ (قیام اللیل) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ چار رکعت اس طرح پڑھتے کہ ان کے حسن و طول کا کیا پوچھنا، پھر آپ چار رکعت پڑھتے کہ ان کے حسن و طول کا کیا پوچھنا پھر آپ تین رکعت پڑھتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ وتر سے پہلے سوتے بھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا (۳)

---

(۱) بخاری (۲) سورہ المزمل (۳) بخاری و مسلم

(۳) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ رات کا پہلا حصہ سوتے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام (نماز) کرتے اور جب سحری کا وقت ہوتا تو آپ وتر پڑھتے پھر اپنے بستر پر آتے اگر حاجت ہوتی تو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے پھر جب اذان سنتے تو اٹھتے اگر جنبی ہوتے تو غسل فرماتے ورنہ وضو کرلیتے اور نماز کے لیے مسجد میں چلے جاتے (۱)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو) اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے قدم سوج جاتے. جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جاتا اے اللہ کے رسول آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سبھی گناہ معاف کردیئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (۲)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہاری دنیا میں سے میرے لیے عورتیں اور خوشبو پسندیدہ بنادی گئی جبکہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا گیا ہے (۳)

(۱) بخاری (۲) بخاری و مسلم (۳) احمد، صحیح

زکوٰۃ اور اسلام میں اس کی اہمیت

زکوٰۃ کے معنی:- زکوٰۃ سال میں مقرر حق ہے جو چند شرطوں کے تحت معینہ لوگوں پر مقررہ اوقات میں ادا کرنا فرض ہے.

زکوٰۃ اسلام کے عظیم ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر نماز کے ساتھ کیا گیا ہے.

اور سبھی مسلمان اس کی حتمی فرضیت پر متفق ہیں چنانچہ جو شخص جاننے کے بعد بھی اس کی فرضیت کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے جس شخص نے بخل کیا یا اس میں کوئی کمی کی تو وہ ایسے ظالموں میں سے ہے جس کے لیے سخت سزا اور عذاب کی وعید آئی ہے. جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ «١١٠/سورة البقرة»

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَاأُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلاةَ وَيُؤتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةُ﴾ «سورة البينة»

ترجمہ: اور نہیں حکم دیا گیا لوگوں کو سوائے اس کے کہ وہ اللہ ہی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے عبادت کریں اور نماز قائم

کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین حق ہے.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں آپ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا (بخاری و مسلم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا قاضی بناکر بھیجا تو فرمایا اگر وہ (یعنی اہل یمن) تمہارا کہا مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لیکر ان کے فقیروں میں تقسیم کی جائے گی (بخاری)

اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والے کے کافر ہوجانے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾

ترجمہ : پس اگر وہ (کافر) توبہ کرلیتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز قائم نہیں کرتا اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ ہمارا دینی بھائی نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ کافروں میں سے ہے. اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والوں

اور نماز قائم کرنے کے باوجود زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جنگ کی اور سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر آپ کا ساتھ دیا چنانچہ ان کے اس عمل کی حیثیت اجماع کی ہے.

زکوٰۃ کی وجہ فرضیت اور اس کی حکمت

زکوٰۃ کی فرضیت کی بہت سی وجوہات، عظیم مقاصد اور مصلحتیں ہیں جو کتاب و سنت کی ان آیات و احادیث پر غور کرنے سے سامنے آتی ہیں، جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی مثال سورہ توبہ کی وہ آیت ہے جس میں مستحقین زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے. اسی طرح وہ آیات اور احادیث جن میں اعمال خیر میں مال خرچ کرنے کی ترغیب آئی ہے.

زکوٰۃ کے بعض فوائد

(۱) زکوٰۃ دینے سے مسلمان کے دل پر غلطیوں اور گناہوں سے پیدا ہونے والے زنگ کا ازالہ ہوتا ہے اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے اس کی روح پر پیدا ہونے والے برے اثرات ختم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿خُذْ مِن أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وتُزَكِّيهِم بِهَا﴾

«آية ۱۰۳ سورة التوبة»

ترجمہ: (اے میرے رسولؐ) ان کے مال سے زکوٰۃ لیکر ان کو پاک اور ان کا تزکیہ نفس کرو۔

(۲) اور محتاج، غریب مسلمانوں کی مدد اور دلجوئی ہوجاتی ہے اور وہ غیر اللہ سے سوال کرنے کی ذلت سے بچ جاتا ہے۔

(۳) مسلمان قرضدار کا قرض ادا کرکے اس کی پریشانی ختم کی جاتی ہے اور قرض خواہوں کو ان کا قرض ادا ہوجاتا ہے۔

(۴) ضعیف الایمان لوگوں سے تعاون کرکے ان کے شکوک و شبہات اور بے چینی کے سبب بکھرے ہوئے دلوں کو اسلام اور ایمان کے رشتہ میں منسلک کیا جاتا ہے اور ان میں ایمان راسخ اور یقین محکم کی آبیاری کی جاتی ہے۔

(۵) اسلام کی نشر واشاعت کرنے، کفر و فساد کو مٹانے اور عدل و انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو جنگی ہتھیاروں سے لیس کرنا تاکہ اللہ کی زمین سے کفر و شرک مٹا کر اللہ کی حاکمیت اور اسی کا دین قائم کیا جائے۔

(۶) ایسے مسلمان مسافر (راہ گیر) کی مدد کرنا جس کا زارد راہ ختم ہوچکا ہو، چنانچہ اسے زکوٰۃ میں سے اس قدر مال دیا جائے جو اس کے لیے گھر پہنچنے تک کافی ہو۔

(۷) زکوٰۃ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام کی

بجا آوری اور اس کی مخلوقات پر احسان کرنے سے مال پاک ہوجاتا ہے.
اور بڑھتا ہے اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ ہوتا ہے.
یہ چند وہ بلند پایہ اسباب اور عظیم مقاصد ہیں جن کے تحت صدقہ و زکواۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار اغراض و مقاصد ہیں کیونکہ اسرار شریعت اور اس کے اغراض و مقاصد کا احاطہ صرف خدائے عزوجل ہی کرسکتا ہے.

مال کی وہ اقسام جن میں زکواۃ فرض ہے

چار قسم کی چیزوں میں سے زکواۃ نکالنا فرض ہے.
(ا) زمین سے اگنے والے اناج اور پھل وغیرہ:-
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے.
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيْهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ «سورة البقرة آية ٢٦٧»
ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے کمائے ہوئے پاکیزہ مال سے خرچ کرو اور جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے (اناج) نکالا اس میں سے بھی خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے ایسا گھٹیا اور ردی مال نکالنے کا ارادہ نہ کرو جو اگر تمہیں وصول کرنا ہو تو بادل نخواستہ قبول کرو
اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ . «آية ١٤١ سورة الأنعام»

ترجمہ : اور اس (فصل) کا حق کٹائی کے وقت ہی ادا کرو، اور مال کا عظیم ترین حق زکواۃ ہے جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو فصل بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہو اس میں فصل کا دسواں حصہ زکواۃ نکالی جائیگی جبکہ جس فصل کو خود پانی لگایا جائے اس میں فصل کا بیسواں حصہ زکواۃ نکالی جائے گی۔ (بخاری)

(۲) سونا چاندی اور نقدی وغیرہ میں زکواۃ فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ . «آية ٣٤/سورة التوبة»

ترجمہ : اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں درد ناک عذاب کی خوشخبری سنادو (التوبہ)
اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی سونے اور چاندی کا مالک اس کی زکواۃ نہیں نکالتا قیامت کے دن اس کے لیے جہنم کی آگ سے سلاخیں تیار کی جائیں گی اور ان کو جہنم کی آگ سے گرم کیا جائے گا اور اس کو داغا جائے گا اور جب وہ سلاخیں ٹھنڈی ہونگی انہیں دوبارہ گرم کیا جائے گا، یہ اس ایک دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا یہاں تک کہ بندوں کا حساب نہ کردیا جائے .

(۳) تجارتی اموال :- اس سے مراد زمین، جانور، سامان خورد ونوش اور گاڑیوں جیسی ہر وہ چیز ہے جو تجارتی مقصد سے تیار کی جائے. چنانچہ ہر سال ختم ہونے پر اس کا مالک اس مال کی قیمت کا اندازہ لگائے اور اس کی قیمت کا اڑھائی فیصد بطور زکوٰۃ نکالے چاہے یہ مبلغ اسکی قیمت خرید کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو اسی طرح جنرل اسٹورز، موٹر ہاوسز، اور سپیر پارٹس وغیرہ کے مالکان کو چاہیے کہ وہ اپنی دکانوں میں موجودہ سامان کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا شمار کرتے ہوئے حساب لگائیں اور اس کی زکوٰۃ نکالیں، لیکن اگر ان کے لیے اس طرح سے ہر چھوٹی بڑی چیز کا شمار ناممکن ہو تو احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس طرح سے زکوٰۃ نکالیں جس سے وہ بری الذمہ ہو سکیں.

(۴) مویشی :- جس میں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ شامل ہیں بشرطیکہ (ا) وہ جانور چراگاہوں میں چرنے والے ہوں (ب) دودھ یا گوشت (افزائش نسل) کے لیے تیار کئے گئے ہوں (ج) زکوٰۃ کے نصاب کی حد تک جا پہنچیں.

چرنے والے جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو پورا سال یا سال کا بیشتر حصہ چراگاہوں کی گھاس پھونس پر گزر بسر کریں لیکن اگر ایسا نہیں یعنی انہیں اکثر اوقات چارہ مہیا کرنا پڑتا ہو تو پھر صرف اس وقت ان میں زکوٰۃ فرض ہوگی جب وہ تجارتی مقصد کے لیے تیار کیے جائیں

چنانچہ اگر خرید و فروخت کے لیے تیار کیے گئے ہوں تو ان کی تجارتی مال ہونے کے لحاظ سے زکوٰۃ نکالی جائے گی چاہے وہ چراگاہوں میں چرنے والے ہوں یا خود چارہ مہیا کر کے پالے جائیں.

نصاب زکوٰۃ کی مقدار

(۱) اناج اور پھل :- اس کا نصاب پانچ وسق ہے جو کہ ۶۱۲ کلو گرام اچھی گندم کے برابر ہے، چنانچہ اگر اناج یا پھل ۶۱۲ کلوگرام تک پہنچ جائیں تو اگر وہ فصل چشموں یا بارش سے سیراب کی گئی ہے تو اس میں سے دسواں حصہ اور اگر وہ فصل محنت و مشقت سے سیراب کی گئی ہے تو اس میں سے بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جائے گی.

(۲) نقدی اور قیمتی دھات وغیرہ :-

(ا) سونے کا نصاب: بیس دینار ہے جو کہ ۸۵ گرام کے برابر ہے چنانچہ اگر سونے کا وزن پچاسی گرام یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالنی ہوگی

(ب) چاندی کا نصاب : پانچ اواق ہے جو کہ ۵۹۵ گرام کے برابر ہے اگر چاندی پانچ سو پچانویں گرام یا اس سے زیادہ ہو تو اس میں سے بھی اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالنی ہوگی.

(ج) کرنسی وغیرہ یا روپیہ پیسہ : اگر سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے بھی اڑھائی فیصد نکالنا ہوگی۔

(۳) تجارتی اموال : اس کی قیمت کا اندازہ کیا جائے چنانچہ اگر وہ سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے بھی اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

(۴) مویشی:

(ا) اونٹ : اونٹوں کا کم از کم نصاب پانچ اونٹ ہیں جن کی طرف سے ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر نکالنا ہوگی

(ب) گائے : گائے کا کم از کم نصاب تیس گائے ہیں جس کے لیے ایک سال کا گائے کا بچھڑا زکوٰۃ کے طور پر نکالا جائے گا۔

(ج) بکری : بکری کا کم از کم نصاب چالیس بکریاں ہیں جن میں سے ایک بکری بطور زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

مزید معلومات کے لیے ان مسائل کی تفصیلات حدیث اور فقہ کی کتابوں میں دیکھیے۔

زکوۃ فرض ہونے کی شرطیں

کسی شخص پر زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب درج ذیل شرطیں پائی جائیں:

(۱) اسلام : کافر اور مرتد پر زکوٰۃ فرض نہیں اور نہ ہی اس سے

قبول ہوتی ہے،
(۲) **مکمل ملکیت** : یعنی جس مال سے زکواۃ نکالی جائے اس پر مکمل ملکیت حاصل ہو اسے جیسے چاہے استعمال کر سکے ورنہ کم از کم اس کے حصول پر قادر ہو.
(۳) **مال نصاب زکواۃ تک پہنچ جائے**: یعنی مال اتنا ہو جو شریعت کی مقررہ مقدار یا اس سے زیادہ ہو اور یہ نصاب ہر مال کے لحاظ سے مختلف ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہوچکا ہے کہ اموال میں اندازاً اور باقی اشیاء میں معینہ مقدار ہے.
(۴) سال کا گزرنا: وہ یہ کہ نصاب کی حد تک مال ملکیت میں آئے ہوئے سال مکمل ہوچکا ہو، لیکن زمین سے اگنے والی چیزوں کی زکواۃ اس کی کٹائی کے وقت نکالی جائے گی اسی طرح چراگاہوں میں پلنے والے جانوروں کی پیداوار اور تجارتی اموال سے حاصل ہونے والے منافع پر زکواۃ سال پورا ہونے پر انکے اصل کے ساتھ نکالی جائیگی.
(۵) حریت : کیونکہ کسی غلام پر زکواۃ فرض نہیں اور وہ اس لیے کہ غلام کسی چیز کی ملکیت رکھنے کا مجاز نہیں بلکہ اس کا مال اس کے مالک کی ملکیت ہوتا ہے.

مصارف زکوٰۃ (وہ لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں)

زکوٰۃ کے مستحق لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے خود تعین کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللهِ وابنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ «سورة التوبة آية/٦٠»

ترجمہ: زکوٰۃ کے مستحق لوگ صرف وہ ہیں جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ پر کام کرنے والے ہوں اور جن کی تالیف قلب مقصود ہو اور غلام آزاد کرانے، قرضدار، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور مسافر. یہی اللہ کا عائد کردہ فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا اور دانائی والا ہے.

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آٹھ قسم کے جن لوگوں پر زکوٰۃ صرف کرنے کا حکم دیا ہے وہ درج ذیل ہے.

(۱) فقیر: اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی ضروریات کا آدھا یا اس سے بھی کم کا مالک ہو اور فقیر مسکین کی نسبت زیادہ ضرورت مند ہے.

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿ أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ ﴾

ترجمہ: جبکہ کشتی ایسے مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کا مالک ہونے کے باوجود مسکین کا نام دیا ہے۔

(۲) مسکین: ایسا محتاج ہے جو فقیر کی نسبت بہتر حالت میں ہو جیسے کہ کسی کو دس روپے کی ضرورت ہو اس کے پاس صرف سات یا آٹھ روپے ہوں، فقیر اور مسکین کو اس قدر زکوٰۃ دینی چاہیے جو ان کی سال بھر کی ضروریات کے لیے کافی ہو، کیونکہ زکوٰۃ سال میں صرف ایک بار ادا کرنا ہوتی ہے، اس لیے محتاج اپنی سال بھر کی ضروریات کے مطابق زکوٰۃ لے سکتا ہے، (کافی) ہونے سے مراد کھانے، پینے، پہننے اور رہنے سہنے کی وہ ضروریات مہیا ہونا ہے جن کے بغیر گزارہ نہ ہوسکے، چنانچہ دی جانے والی زکوٰۃ اتنی ہو کہ اس سے فضول خرچی یا تنگدستی سے کام لیے بغیر زکوٰۃ والے کی حیثیت کے مطابق اس کی اور اس کے اہل خانہ کی ضروریات پوری ہوسکیں، اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو زمان و مکان اور اشخاص کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں، چنانچہ جو مقدار اس جگہ کے لیے کافی ہے وہ دوسری جگہ کے لحاظ سے ناکافی ہوسکتی ہے اس طرح جو مقدار دس سال قبل کافی سمجھی جاتی تھی وہ آج کے دور میں ناکافی ہوسکتی ہے (اس طرح جو چیز ایک شخص کے لیے کافی ہو وہ دوسرے شخص کے لیے اس کے اہل و عیال یا خرچہ وغیرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ناکافی ہوسکتی ہے، علماء کرام فرماتے

ہیں کہ ضروریات میں بیمار کا علاج، کنوارے کی شادی اور حسب ضرورت علمی کتابیں بھی شامل ہیں.

زکواۃ حاصل کرنے والے ان فقیروں اور مسکینوں کے لیے یہ شرط ہے کہ:

وہ مسلمان ہوں (۱) اور وہ بنی ہاشم اور ان کے غلاموں میں سے نہ ہوں اور نہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن کا خرچ زکواۃ دینے والے پر ہو. جیسے والدین، اولاد، بیویاں وغیرہ. اور نہ ہی وہ تندرست یا باروزگار لوگوں میں سے ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکواۃ میں کسی مالدار یا طاقتور باروزگار کا کوئی حق نہیں. (۲)

(۳) عاملین زکواۃ : یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حاکم یا اس کا نائب زکواۃ اکٹھا کرنے اس کی حفاظت اور تقسیم کرنے کی ذمہ داری سونپتا ہے جس میں زکواۃ وصول کرنے، اس کی رکھوالی کرنے، اس کا حساب و کتاب کرنے، اس کی نقل و حرکت اور تقسیم کرنے والے سبھی لوگ شامل ہیں، عامل زکواۃ اگر مسلمان، بالغ، عاقل، امانتدار اور فرض شناس ہے تو اسے اس کے کام کے مطابق زکواۃ دی جائے گی خواہ وہ

---

(۱) چنانچہ بے نماز، قبر پرست، غیر اللہ کو پکارنے والے اور مزاروں پر نذریں نیازیں چڑھانے والے مشرک لوگوں کو زکواۃ دینا جائز نہیں کیونکہ کہ قرآن و حدیث کی رو سے ایسے لوگ کافر ہیں۔ (۲) احمد، ابوداؤد، نسائی

مالدار ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ بنی ہاشم میں سے ہے تو پھر اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں جیسے کے عبدالمطلب بن ربیعہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ (زکوٰۃ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں مسلم، صحیح

(۴) تالیف قلبی کے لیے : اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے قبیلوں کے فرمانروا ہوں اور ان کے اسلام لانے کی امید ہو (چنانچہ اسے اسلام کے مزید قریب کرنے کے لیے زکوٰۃ میں سے کچھ دیا جاسکتا ہے) یا اس کے ایمان کو مزید تقویت دینا یا اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کا اسلام قبول کرنا مقصود ہو یا کم ازکم اس کی شر انگیزیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا مراد ہو تو تب بھی انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور ایسے لوگوں کا زکوٰۃ میں حصہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ یہ حصہ باقی ہے اور انہیں زکوٰۃ میں سے اس قدر مال دیا جاسکتا ہے جس سے ان کی تالیف قلب اور اسلام کی نصرت و دفاع ہوسکے.

چنانچہ زکوٰۃ کا یہ بند کافروں کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین سے ملنے والے مال غنیمت میں سے صفوان بن امیہ کو اس میں سے کچھ حصہ دیا مسلم

اسی طرح یہ بند مسلمانوں کے لیے صرف کیا جاسکتا ہے جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب، اقرع بن جابس اور

عینیہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیئے۔ (۱)

(۵) گردنیں آزاد کرنے کے لیے : جس میں غلام آزاد کرنا، مکاتب (۲) کی مدد کرنا اور دشمن کی قید سے جنگی قیدیوں کو رہا کرنا شامل ہے کیونکہ یہ عمل کسی قرضدار کا قرض اتارنے کے مترادف یا اس سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ ایسے قیدی کے مرتد ہوجانے یا اس کے قتل کیے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

(٦) قرض اٹھانے والے: ایسے قرضداروں کے لیے جنھوں نے قرض لیا ہو اور اسے واپس کرنا ہو لیکن قرض اتارنے کے لیے ان کے پاس رقم نہ ہو۔

قرض کی دو قسمیں ہیں (۱) کوئی شخص اپنی جائز ضرورت کے لیے جیسے کہ اخراجات کپڑے، شادی، علاج، مکان بنانے، ضروری گھریلو اشیاء کی خریداری کے لیے یا کسی دوسرے شخص کا نقصان کردینے کی وجہ سے وہ مقروض ہوچکا ہو چنانچہ اگر وہ قرضدار فقیر ہے اور اس کے پاس قرض اتارنے کی استطاعت نہیں تو اسے زکوٰۃ میں سے اس قدر مال دیا جاسکتا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہوجائے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور اس نے قرض کسی حرام کام کے لیے نہ لیا

---

(۱) مسلم (۱) مکاتب سے مراد وہ غلام ہے جو اپنے آپ کو اپنے آقا سے کچھ مال کے عوض آزاد کروانا چاہتا ہو

ہو، اور نہ ہی اس کا قرض موٴجل ہو جسے فوراً ادا کرنا ضروری نہ ہو اور یہ کہ وہ کسی ایسے شخص کا قرضدار ہو جو اس سے مطالبہ کررہا ہو، چنانچہ اس کا قرض کفارہ یا زکواۃ وغیرہ جیسے حقوق اللہ سے متعلق نہ ہو.

(ب) قرض کی دوسری قسم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے فائدہ کی خاطر قرض لے تو اسے بھی زکواۃ دی جاسکتی ہے تاکہ وہ اپنا قرض اتار سکے جسکی دلیل حضرت قبیصہ الھلالی کی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کی ضمانت لے لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ ان سے تعاون حاصل کرسکوں تو مجھے فرمایا کہ اس وقت تک انتظار کرو جب تک صدقہ و خیرات کا مال آجائے تو ہم تمہیں اس میں سے دلوادیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں، ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت لی ہو اس کے لیے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک وہ اپنی ضمانت پوری نہیں کرلیتا اس کے بعد مانگنا بند کردے، دوسرا وہ شخص جسے کوئی ایسی آفت آپہنچی ہو جس سے اس کا مال و متاع تباہ ہوگیا ہو تو اس کے لیے بھی اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک اسے روزی مہیا نہیں ہوجاتی. اور تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ پہنچے یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں شخص کو

تحت فاقہ پہنچا ہے پس اس کے لیے مانگنا درست ہے یہاں تک کہ اسے اتنا مل جائے جس سے اس کی ضرورت پوری ہوجائے، یا آپ نے یہ فرمایا کہ حاجت مندی کو دور کرے. اے قبیصہ ان تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے، اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔مسلم

اسی طرح کسی مردہ شخص کا قرض بھی ادا کیا جاسکتا ہے کیونکہ قرض دار کا قرض اتارنے کے لیے اسے دی جانے والی زکوٰۃ اس کے حوالے کرنا ضروری نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرضدار کا زکوٰۃ میں حصہ رکھا ہے نہ کہ اسے زکوٰۃ کا مالک قرار دیا ہے.

(۷) اللہ کی راہ میں : یعنی ایسے لوگوں کے لیے جو رضاکارانہ طور پر جہاد کررہے ہوں اور حکومت کی طرف سے ان کے لیے کوئی مقررہ تنخواہ نہ ہو سرحدوں کی حفاظت کرنے والے بھی ایسے ہی ہیں جیسے کہ میدان جنگ میں لڑنے والے ہوں، زکوٰۃ کے اس بند میں فقیر اور مالدار سبھی شامل ہیں لیکن اس میں باقی ماندہ رفاہ عامہ کے کام شامل نہیں ہوسکتے ورنہ آیت کریمہ میں باقی ماندہ اقسام کا اس طرح تفصیلی طور پر ذکر کرنا مناسب نہ تھا، کیونکہ ان مذکورہ چیزوں کا شمار بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں ہوتا ہے.

جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس میں لوگوں کی فکری

تربیت، شرپسندوں کی شر انگیزیوں کا سد باب، گمراہ کن لوگوں کے پیدا کردہ شبہات کا ازالہ اور ادیان باطلہ کا رد کرنا شامل ہے اس کے علاوہ اچھی اور مفید اسلامی کتابوں کی نشرو اشاعت اور نصرانیت و دہریت (الحاد) کے خلاف کام کرنے کے لیے مخلص اور امین لوگوں کی کوششوں کا بروئے کار لانا بھی شامل ہے جیسے کہ ابوداود میں صحیح اسناد سے مروی حدیث ہے کہ مشرکوں سے اپنے مال، جان اور زبانوں سے جہاد کرو.

(۸) مسافروں کے لیے: یہاں ایسے مسافر مراد ہیں جو اپنی کسی جائز ضرورت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں اور ان کا زاد راہ ختم ہوجانے پر کہیں سے قرض وغیرہ بھی حاصل نہیں کرسکتے تو انہیں زکواۃ میں سے اس قدر مال دیا جاسکتا ہے جو ان کے گھر پہنچنے تک کافی ہو اگر ایسا مسافر کسی غرض کی خاطر قیام پذیر ہے تو بھی اسے زکواۃ دی جاسکتی ہے اگر چہ اسے اپنی غرض پوری کرنے کے لیے کافی عرصہ درکار ہو.

زکواۃ تقسیم کرتے ہوئے ان آٹھ قسموں کی شمولیت ضروری نہیں بلکہ حاجت اور ضرورت کے تحت حکمران، اس کا نائب یا زکواۃ دینے والا اپنی صوابدید سے کام لیتے ہوئے ان میں بعض قسموں پر ہی صرف کرسکتا ہے.

زکوٰۃ کے غیر مستحق لوگ

درج ذیل لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی.

(۱) ایسے لوگ جو مالدار، تندرست، طاقتور اور روزگار پانے والے ہوں.

(۲) زکوٰۃ دینے والے کے والدین اور اس کے بیوی بچے، جنکے اخراجات کا وہ ذمہ دار ہو.

(۳) غیر مسلم جن میں بے نماز، مشرک اوربے دین سبھی لوگ شامل ہیں.

(۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد (بنی ہاشم)

اگر زکوٰۃ دینے والے کے والدین اور بیوی بچے فقیر ہوں اور کسی وجہ سے ان پر خرچہ نہ کرسکتا ہو تو اس حالت میں اس پر ایسے لوگوں کا خرچہ واجب نہ ہونے کی وجہ سے وہ انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے.

جبکہ والدین اور بیوی بچوں کے علاوہ سبھی قرابتداروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اس طرح اگربنی ہاشم (آل رسول) مال غنیمت اورفئی کا پانچواں حصہ وصول نہ کرپاتے ہوں تو ضرورت اور حاجت کے مد نظر انہیں بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے.

زکواۃ ادا کرنے کے فوائد

(۱) اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجاآوری اور اللہ و رسول کی محبت کو نفسانی حب مال پر ترجیح دینا۔

(۲) معمولی عمل کے مقابلے میں اس سے کئی گنا زیادہ ثواب کا حصول

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ «سورة البقرة/٢٦١»

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اس خرچہ کی مثال اس دانے کی ہے جس سے سات بالیاں اگیں ہر بالی میں سو دانہ ہو اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں کئی گنا بڑھا کر دیتے ہیں۔

(۳) صدقہ و زکواۃ ایمان کی دلیل اور اس کا ثبوت ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ (ایمان کا) ثبوت ہے۔ مسلم

(۴) گناہ اور برے اخلاق سے پاکیزگی کا سبب:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ «سورة التوبة/١٠٣»

ترجمہ: ان کے مال سے صدقہ وصول کرکے انہیں (گناہوں سے) پاک و صاف کرو

(۵) مال میں خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور نقصانات سے محفوظ ہوجاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا (۱) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾ . «سورة سبأ»

ترجمہ: اور جو چیز بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا کرتے ہیں اور وہی بہترین رزق دینے والے ہیں.

(۶) صدقہ کرنے والا روز قیامت اپنے صدقہ کے زیر سایہ ہوگا. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت جب کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا اس دن سات قسم کے لوگوں کو اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا ان میں ایک وہ شخص ہے جس نے اس طرح سے چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے. (۲)

(۷) صدقہ رحمت الٰہی کا سبب ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ﴾ . (۳)

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے. جسے میں ایسے لوگوں کا مقدر بناؤں گا جو مجھ سے ڈرتے ہوں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں.

---

(۱) مسلم (۲) بخاری مسلم (۳) سورہ الاعراف

زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا

(زکوٰۃ نہ دینا بہت بڑا جرم ہے اور مانعین زکوٰۃ کے لیے درد ناک عذاب کی وعید آئی ہے) مترجم

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ . «التوبة /۳۵ ، ۳٤»

ترجمہ: ان لوگوں کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنادو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلووں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، اور کہا جائے گا یہی وہ خزانہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی جمع کی ہوئی دولت کا مزہ چکھو.

(۲) مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دولت مند شخص اپنی دولت کی زکوٰۃ نہیں نکالتا تو قیامت کے روز اس کی اسی دولت کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کی جائیں گی، پھر ان

سے اس کے پہلو، پیشانی، اور پیٹھ کو داغا جائے گا یہ ایسے دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب کرلیں، اس کے بعد اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا.

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس نے اس سے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں جس کی آنکھوں میں دو نقطے ہوں گے اس کے گلے کا طوق بن جائے گا پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں (۱) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (۲) ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾. «۱۸۰/آل عمران»

ترجمہ: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہے وہ اس میں کنجوسی (اور بخل) سے کام لیتے ہیں تو اپنے لیے یہ بخل بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، عنقریب روز قیامت ان کا یہ مال جس میں بخل کرتے ہیں یہ ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا.

(۴) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی اونٹ، گائے یا بکریوں کا مالک اپنے ان جانوروں کی زکواۃ نہیں نکالتا وہ جب قیامت

(۱) بخاری

کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) آئے گا تو اس کے یہ جانور بہت بڑے اور موٹے ہوچکے ہوں گے اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور اپنے (پاؤں) سے روندیں گے جب سب جانور اس کے اوپر سے گزر جائیں گے تو دوبارہ پھر پہلے والے جانور آجائیں گے یہ اس دن ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب مکمل ہوجائے گا) (۱)

ضروری باتیں

(۱) مستحقین زکواۃ کی آٹھ اقسام میں سے کسی ایک قسم کو ہی زکواۃ دے دینا کافی ہے اور باقی ماندہ اقسام میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

(۲) قرضدار کو اتنی زکواۃ دی جاسکتی ہے جس سے اس کا سبھی قرض یا اس کا بعض حصہ ادا ہوجائے۔

(۳) زکواۃ کسی کافر یا مرتد کو دینا جائز نہیں جیسا کہ بے نماز ہے کیونکہ وہ قرآن و حدیث کی رو سے کافر ہے، لیکن اگر اسے اس شرط پر زکواۃ دی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کرے گا تو اس حالت میں جائز ہے۔

(۴) زکواۃ کسی مالدار کو دینا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کسی مالدار یا طاقتور یا باروزگار کا کوئی حق نہیں (۲)

---

(۱) مسلم (۲) ابوداؤد

(۵) کوئی شخص ایسے لوگوں کو زکواۃ نہیں دے سکتا جن کے اخراجات پورے کرنا اس پر واجب ہوں جیسے والدین اور بیوی بچے ہیں.

(٦) اگر کسی عورت کا شوہر فقیر ہو تو وہ اسے زکواۃ دے سکتی ہے جیسے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے خاوند عبداللہؓ بن مسعود کو زکواۃ دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے پر برقرار رکھا.

(۷) بغیر ضرورت ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف زکواۃ منتقل کرنا جائز نہیں لیکن اگر جس ملک سے زکواۃ دینے والے کا تعلق ہے وہاں کوئی محتاج نہ ہو یا دوسرے ملکوں میں قحط سالی یا مجاہدین کی مدد مقصود ہو تو اس قسم کے مصالح عامہ کے مد نظر منتقل کی جاسکتی ہے.

(۸) اگر کسی شخص کا مال نصاب زکواۃ کو پہنچ جائے لیکن وہ خود کسی دوسرے ملک میں ہو تو اسے مذکورہ حالات کے سوا اسی ملک میں زکواۃ نکالنی چاہیے جس میں اس کا مال ہے.

(۹) فقیر کو اتنی زکواۃ دی جاسکتی ہے جو اسے کئی مہینوں یا ایک سال تک کے لئے کافی ہو۔

(۱۰) مال اگر سونا، چاندی، نقدی، زیورات یا کسی بھی دوسری شکل میں ہے اس میں ہر حالت میں زکواۃ فرض ہے کیونکہ اس کی فرضیت میں وارد ہونے والی دلیلیں عام اور بغیر تفصیل کے آئی ہیں اگر چہ

بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہنے جانے والے زیورات پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن پہلے قول کی دلیلیں زیادہ صحیح ہیں اور احتیاط بھی اسی پر عمل پیرا ہونے میں ہے.

(۱۱) انسان نے جو کچھ اپنی ضروریات کے لیے تیار کیا ہو جیسے کہ اشیاء خورد ونوش، مکان، جانور، گاڑی اور کپڑے وغیرہ ہیں ایسی چیزوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان پر اس کے غلام یا گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں (۱)

لیکن جیسے پہلے ذکر ہوا ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں.

(۱۲) کرائے پر دیئے جانے والے مکان اور گاڑیوں کے کرائے کی رقم پر اگر سال گزر چکا ہو تو اس سے بھی زکوٰۃ نکالنا ہوگی چاہے وہ رقم بذات خود ہی اتنی ہو کہ زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جائے یا دوسرا مال ساتھ ملانے سے پہنچے.

(زکوٰۃ کے یہ مسائل شیخ عبداللہ بن القصیر کے رسالہ سے معمولی تصرف کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں)

---

(۱) بخاری و مسلم

"روزہ اور اس کے فوائد"

(روزہ ایک عظیم عبادت ہے جس کی فضیلت و اہمیت درج ذیل فرمودات سے واضح ہوتی ہے) مترجم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ «سورة البقرة»

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ (آگ) سے ڈھال ہے (۱)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے ایمان رکھتے ہوئے اور اجروثواب کی خاطر رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (۲)

(۳) جو شخص رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہ شوال میں سے چھ روزے رکھتا ہو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پورے سال کے روزے رکھے ہوں (۳)

---

(۱) سورہ بقرہ (۲) بخاری و مسلم (۳) بخاری و مسلم

(۴) جس شخص نے رمضان (کی راتوں) میں ایمان رکھتے ہوئے اور اجر و ثواب کے حصول کے لیے قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ بخاری و مسلم

برادر مسلم! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ روزہ بہت سے فوائد پر مشتمل عبادت ہے.

(۱) روزہ رکھنے سے نظام ہضم اور معدے کو مسلسل کام کرنے سے کچھ راحت ملتی ہے اور بے کار فضلے ضائع ہوجاتے ہیں جسم طاقتور ہوتا ہے اور بہت سی دوسری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اس کے علاوہ سگریٹ نوش حضرات کو سگریٹ نوشی سے باز رکھتا ہے اور سگریٹ نوشی چھوڑنے میں مدد دیتا ہے.

(۲) روزہ سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور اس سے نظم و اطاعت اور صبر و خلوص کی عادت پیدا ہوتی ہے.

(۳) روزہ دار کو اپنے دوسرے روزے دار بھائیوں سے برابری کا احساس پیدا ہوتا ہے چنانچہ جب وہ ان کے ساتھ مل کر ہی روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہے تو اسلامی وحدت کا شعور پیدا ہوتا ہے اور جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو اسے بھوکے اور محتاج بھائیوں کی مدد کرنے کا احساس ہوتا ہے.

"ماہ رمضان میں آپ کے فرائض"

برادر مسلم! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر روزہ اپنی عبادت کے لیے فرض کیا ہے۔ جسے مقبول و مفید بنانے کے لیے درج ذیل اعمال کو اپنانا چاہیے۔

(۱) نمازوں کی پابندی کرنا چاہیے کیوں کہ بہت سے روزہ دار نماز پڑھنے سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ وہ دین کا ستون ہے۔ جسے چھوڑنے والا کافر ہے۔

(۲) اخلاق حسنہ اپنائیے اور روزہ رکھنے کے بعد کفر اور دین کو برا کہنے اور روزہ کی وجہ سے لوگوں سے بدسلوکی کرنے سے بچیے کیونکہ روزہ برا معاملہ سکھانے کے بجائے انسانی نفس کی اصلاح کرتا ہے اور کفر مسلمان کو اسلام سے خارج کردیتا ہے۔

(۳) ہنسی مذاق کرتے ہوئے بھی بیہودہ باتیں نہ کریں کیونکہ اس سے روزہ ضائع ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں ہو تو گالی گلوچ اور بیہودہ باتیں نہ کرے یہاں تک کہ اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔بخاری و مسلم

(۴) روزے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کیجیے کیونکہ سگریٹ نوشی کینسر اور السر جیسی بیماریوں کا سبب بنتی ہے اور آپ کو چاہیے کہ اپنے آپ کو صاحب عزم و ہمت انسان بنائیں چنانچہ اپنی صحت اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے افطاری کے بعد بھی ایسے ہی سگریٹ نوشی سے باز رہیے جیسے روزہ کی حالت میں تھے.

(۵) روزہ افطار کرتے ہوئے زیادہ کھانا مت کھائیے کیونکہ روزہ اس سے بے سود ہوجاتا ہے اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے.

(٦) سینما اور ٹیلی ویژن دیکھنا اخلاق بگاڑنے والی اور روزے کی منافی چیزیں ہیں اس لیے ایسی چیزوں سے دور رہیے.

(۷) رات کو دیر تک جاگ کر سحری اور نماز فجر کو ضائع نہ کریں اور صبح سویرے اپنے کام میں مصروف ہوجائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے کہ یا اللہ میری امت کے لیے صبح کے اوقات میں برکت پیدا فرمادے. (احمد، ترمذی، صحیح)

(۸) قرابت داروں اور محتاج لوگوں پر زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرو اور متحارب (لڑنے والوں) کے درمیان صلح کراؤ.

(۹) کثرت سے اللہ کا ذکر، قرآن کریم کی تلاوت کرنے، قرآن سننے، اس کے معانی پر غور کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں اپنے اوقات صرف کریں کسی مسجد وغیرہ میں اگر مفید درس ہو تو ایسی

علمی مجالس میں حاضری کی کوشش کریں جبکہ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجدوں کے اندر اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔

(۱۰) آپ کو چاہیے کہ روزہ کے احکام جاننے کے لیے اس سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کریں چنانچہ آپ کو معلوم ہوگا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح آپ کے لیے جنبی حالت میں سحری کھانا اور روزہ کی نیت کرنا جائز ہے حالانکہ طہارت اور نماز کے لیے جنابت سے غسل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۱۱) رمضان کے روزوں کی پابندی کریں اور بغیر عذر روزہ افطار نہ کریں، اور جو شخص جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دیتا ہے اسے اس دن کی قضا دینا ہوگی اور جو شخص رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی سے صحبت کرلیتا ہے تو اسے اس کا کفارہ دینا ہوگا، جو یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے گا اگر نہ مل سکے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے

برادر مسلم! رمضان میں سر عام روزہ خوری ایسا جرم ہے جو اللہ کے خلاف جراء ت مندی، اسلام کا مذاق اڑانے اور لوگوں میں برائی و بے حیائی پھیلانے کے مترادف ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ روزہ خوروں کے لیے عید نہیں ہے کیونکہ عید خوشی کا وہ عظیم جشن ہے جو روزے پورے ہونے اور عبادت قبول ہونے پر منایا جاتا ہے۔

روزہ سے متعلق احادیث

(۱) رمضان کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
جب رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (بخاری و مسلم)

(۲) اور سنن ترمذی کی روایت میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی ہر رات میں منادی آواز لگاتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے نیکی اور بھلائی کے لیے لپک آ، اے برائی کا ارادہ کرنے والے، برائی کرنے سے باز آجا اور اس کے آخر تک اللہ تعالیٰ اپنے (نیک) بندوں کو جہنم سے آزاد کرتے رہتے ہیں (۱)

(۳) حدیث میں آتا ہے کہ کسی آدمی کے ہر نیک کام کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے، لیکن روزے کے ثواب کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِه ،

ترجمہ: روزہ میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کا اجر دوں گا کیونکہ روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے،

---

(۱) مشکوٰۃ میں البانی نے حسن قرار دیا ہے

روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرتے ہوئے دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کرتے ہوئے، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے (۱)

(۴) زبان کی حفاظت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل پیرا ہونے سے باز نہیں آتا تو ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑنے کی اللہ کو ضرورت نہیں.

سحری و افطاری کے آداب اور افطاری کی دعا کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) جب کوئی افطاری کرنا چاہے تو اسے کھجور سے روزہ افطار کرنا چاہیے کیونکہ یہ بابرکت چیز ہے، اور اگر کھجور نہ ملے تو پھر پاکیزہ پانی ہی کافی ہے (۲)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سحری کیا کرو کیونکہ سحری کھانا بابرکت ہے (بخاری و مسلم)

(۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک بہتری اور بھلائی میں ہیں جب تک وہ افطاری میں جلدی کرتے ہیں

(۱) بخاری و مسلم (۲) ترمذی محقق جامع اصول کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے

(یعنی سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرلیتے ہیں) (بخاری و مسلم)
(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطاری کرتے تو یہ دعا پڑھتے:
« اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلىٰ رِزْقِكَ أفطرتُ ، ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابتَلّتِ العُرُوقُ ، وَثَبَتَ الأجرُ إنْ شَآءَ اللهُ » .
ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے لیے ہی روزہ رکھا اور اب تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر افطاری کررہا ہوں، پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور روزے کا ثواب ثابت ہوگیا (۱)

نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے روزے

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ماہ میں تین دن کے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں اور یوم عرفات (۹ ذوالحجہ) کا روزہ رکھنے سے اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ پچھلے اور ایک اگلے سال کے گناہ معاف کردے گا اور یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھنے سے سابقہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں. (۲)
(۲) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو (یوم عاشورہ کے ساتھ) نو محرم کا روزہ بھی رکھوں گا.
(چنانچہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے)

(۱) ابوداود، محقق جامع الاصول اور علامہ البانی نے مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۱۹۹ کے تحت صحیح قرار دیا ہے۔ (۲) مسلم

تنبیہ : حج کرنے والوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ رکھنا سنت نہیں.

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوموار اور جمعرات کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ دو دن ہیں جن میں انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں. اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے سامنے میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں (۱)

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا (۲)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کبھی بھی کسی پورے مہینہ کے روزے نہیں رکھے (۳)

(٦) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے نہ رکھتے تھے،
(یعنی آپ سب سے زیادہ نفلی روزے شعبان میں رکھا کرتے) (۴)

---

(۱) نسائی حسن المنذری (۲) بخاری و مسلم (۳) بخاری و مسلم (۴) بخاری

حج اور عمرہ کی فضیلت

(حج اسلام کا رکن عظیم ہے جو بہت بڑی فضیلت و اہمیت کا حامل ہے)
مترجم

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ، وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ بیت اللہ پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اور جو شخص کفر (انکار) کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے غنی ہے.

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا گناہ معاف ہونے کا سبب بنتا ہے اور حج مقبول کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں (۲)

(مقبول حج وہ ہوتا ہے جو سنت کے مطابق ہو اور گناہوں و برائیوں سے پاک ہو)

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیہودہ باتوں اور گناہوں سے دور رہتے ہوئے حج کرتا ہے وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوکر لوٹتا ہے جیسے آج اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہو (۳)

(۱) سورہ آل عمران (۲) بخاری و مسلم (۳) بخاری و مسلم

(۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حج کے اعمال سیکھو۔(مسلم)

(۵) برادر مسلم! آپ کو جب بھی اتنا مال مہیا ہوجائے کہ حج کے لیے جانے اور آنے کے اخراجات پورے ہوسکیں تو پھر جلدی حج کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کیجئے. اور آپ کو تحفے تحائف کے خریدنے کے لیے مال اکٹھا کرنے کی فکر نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ایسی چیزوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں، اس لیے بیماری، فقر و فاقہ یا نافرمانی کی حالت میں موت آجانے سے پہلے حج کی ادائیگی ہوجانی چاہیے کیونکہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے.

(٦) حج یا عمرہ کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کے لیے شرط ہے کہ وہ حلال ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت پاسکے.

(۷) عورت کے لیے حج یا کسی دوسرے مقصد کے لیے بغیر محرم سفر کرنا حرام ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو۔(بخاری و مسلم)

(۸) حج کو جانے سے پہلے جس سے لڑائی ہو اس سے صلح کرلو قرض ادا کرلو اور گھر والوں کو وصیت کردو تاکہ وہ بناؤ سنگھار، گاڑیوں، مٹھائیوں اور کھانوں وغیرہ پر فضول خرچی نہ کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے

«كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا» «سورة الأنعام»

ترجمہ: کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی مت کرو.

(۹) حج مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ہے، اس میں تعارف، محبت تعاون مشکلات کا حل اور اس جیسے بہت سے دین و دنیا کے فوائد حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے.

(۱۰) اور سب سے اہم یہ بات ہے کہ آپ اپنی مشکلات کے حل کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کریں. اسی سے مدد لیں اور اپنی حاجتیں طلب کریں. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

« قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّيَ وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا » «سورة الجن»

ترجمہ: (اے نبیؐ) کہہ دو کہ میں تو صرف اللہ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا.

(۱۱) عمرہ کسی وقت بھی ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن رمضان المبارک میں ادا کرنا افضل ہے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں کیے جانے والے عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے (۱)

(۱۲) مسجد الحرام (بیت اللہ) میں نماز ادا کرنا دوسری جگھوں پر نماز پڑھنے کی نسبت لاکھ درجہ بہتر ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اس مسجد (مسجد نبویؐ) میں نماز ادا کرنا باقی جگھوں کی نسبت ہزار درجہ بہتر ہے، سوائے مسجد الحرام کے. (۲)

(۱) بخاری و مسلم (۲) بخاری و مسلم

کیونکہ مسجد الحرام میں ادا کی جانے والی نماز میری اس مسجد (مسجد نبوی) کی نسبت سو درجہ بہتر ہے (احمد صحیح)

چنانچہ ۱۰۰۰x۱۰۰=۰۰۰، ۱۰۰ ایک لاکھ نماز.

(۳) حج کی تین اقسام ہیں جن میں سے حج تمتع سب سے بہتر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے. اے آل محمدؐ تم میں سے جو کوئی حج کرے تو اسے چاہیے کہ پہلے عمرہ کی نیت سے احرام باندھے پھر حج کرے. (ابن حبان و صححہ الالبانی.)

چنانچہ آپ کو بھی چاہیے کہ حج تمتع کریں. اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ حج کے مہینوں (شوال، ذوالقعد اور ذوالحجہ) میں میقات سے احرام باندھتے ہوئے صرف عمرہ کی نیت کریں بیت اللہ پہنچ کر طواف اور سعی کرکے بال کٹوائیں اور احرام کھول دیں پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کی نیت سے دوبارہ احرام پہنیں.

"عمرہ ادا کرنے کا طریقہ"

عمرہ کے لیے درج ذیل اعمال مطلوب ہیں

(۱) احرام باندھنا (۲) طواف کرنا (۳) سعی کرنا (۴) بال منڈوانا (۵) احرام سے نکلنا (حلال ہونا)

(۱) احرام باندھنا: جب میقات پر پہنچیں تو غسل کرکے احرام پہنیں اور عمرہ کی نیت کرتے ہوئے (لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِعُمْرَةٍ) یا اللہ میں عمرہ کے لیے حاضر ہوا ہوں اور پھر بلند آواز سے تلبیہ کہتے رہیے جس کے الفاظ یہ ہیں: «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ».

(۲) طواف کرنا: مکہ پہنچتے ہی بیت اللہ (مسجد الحرام) میں جائیے اور بیت اللہ کے سات چکر لگا کر اس کا طواف کریں. ہر چکر حجر اسود سے (اللہ اکبر) کہتے ہوئے شروع کریں، اگر میسر ہو تو اسے بوسہ دے لیں ورنہ اس کی طرف دائیں ہاتھ سے اشارہ کردینا کافی ہے. رکن یمانی سے گزرتے ہوئے اگر میسر ہو تو ہاتھ لگادو ورنہ اسے چومنے یا اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں رکن یمانی سے حجر اسود کی طرف آتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:

« رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ »

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے.

طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیے جن میں پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الاخلاص پڑھیے.

(۳) سعی کرنا: طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد صفا پہاڑی پر چڑھیے پھر قبلہ رو ہوکر اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا پڑھیے: «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ» أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ ،

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے. میں بھی اسی چیز سے ابتدا کررہا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی.

(۴) پھر بغیر اشارہ وغیرہ کیے تین مرتبہ (اللہ اکبر) کہہ کر ہاتھ اٹھائے ہوئے تین بار یہ دعا پڑھیے: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کے لیے ہے، اور اسی کے لیے حمد و تعریف زیبا ہے وہ ہر بات پر قادر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنا

وعدہ پورا کیا اور مدد کی اپنے بندے کی، اور تمام جماعتوں کو اس نے شکست دی (ابوداؤد)

اور پھر حسب منشا دعا کریں جب بھی صفا اور مروہ پر آئیں تو باقی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی دہرائیں، صفا مروہ کے درمیان چلتے ہوئے دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑیں سعی کے لیے سات چکر لگانا ہوں گے، صفا سے مروہ تک جانا ایک چکر اور مروہ سے صفا تک آنا دوسرا چکر ہوگا.

(۴) اس کے بعد اپنے پورے سر کے بال منڈوالیں، یا کٹوالیں جبکہ عورت کے لیے سر سے تھوڑے سے بال کاٹ لینا کافی ہے.

(۵) اس کے ساتھ ہی آپ عمرے کے اعمال سے فارغ ہوجائیں گے اب آپ احرام کھول سکتے ہیں.

"حج کے اعمال اور ان کا طریقہ کار"

حج کے لیے درج ذیل کام کرنا مطلوب ہے.

(۱) احرام باندھنا (۲) منیٰ میں راتیں گزارنا (۳) عرفات میں ٹھہرنا (۴) مزدلفہ میں رات گزارنا (۵) کنکریاں مارنا (۶) قربانی کرنا (۷) بال منڈوانا (۸) طواف کرنا (۹) سعی کرنا.

ان اعمال کی تفصیل یہ ہے:

(۱) آٹھ ذوالحجہ کو مکہ میں اپنی قیام گاہ سے ہی احرام باندھ کر (لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ بِحَجَّۃٍ) اے اللہ میں حج کے لیے حاضر ہوں، کہہ کر منیٰ چلے جائیں وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر (یعنی چار کے بجائے دو رکعت) کرکے ان کے اوقات میں ادا کریں، یہ رات وہیں گزاریں اور فجر کی نماز ادا کریں۔

(۲) نو ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات چلے جائیں وہاں ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں سے قصر اور جمع تقدیم کرتے ہوئے سنتیں پڑھے بغیر ادا کریں۔ اور اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ حدود عرفات کے اندر ہی ٹھہریں کیونکہ عرفات میں ٹھہرنا حج کا بنیادی رکن ہے جبکہ مسجدہ نمرہ کا اکثر حصہ میدان عرفات سے باہر ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس دن بغیر روزے کے ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ تلبیہ کہہ سکیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرسکیں۔

(۳) غروب آفتاب کے بعد سکون و اطمینان سے مزدلفہ چلے آئیں جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر اور جمع تاخیر سے پڑھیں وہاں رات گزاریں اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مشعر الحرام یا اپنی جائے قیام میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر و اذکار کرتے رہیں جبکہ ضعیف العمر اور کمزور لوگوں کو آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منیٰ چلے جانے کی اجازت ہے۔

(۴) عید کے دن (دس ذوالحجہ) کا سورج طلوع ہونے سے قبل ہی منیٰ کی طرف چل دیں اور وہاں پہنچ کر درج ذیل کام کریں:

ا - طلوع آفتاب کے بعد سے رات تک کسی وقت میں بھی جمرہ عقبہ (بڑے جمرے) کو (اللہ اکبر) کہتے ہوئے مسلسل سات کنکریاں ماریں.

ب - عید کے ایام (جو کہ تیرہ ذوالحجہ کی شام تک باقی رہتے ہیں) میں کسی وقت، منیٰ یا مکہ میں قربانی کریں. اس کا گوشت خود کھائیے اور فقیروں میں تقسیم کیجیے. لیکن اگر قربانی کے لیے پیسے نہ ہوں تو اس کے بدلے میں دس دن روزہ رکھیں. ان میں سے تین ایام حج میں اور سات اپنے گھر واپس لوٹ کر رکھیں، اگر کوئی عورت بھی حج تمتع کررہی ہے تو اس کے لیے بھی قربانی کرنا یا اس کے بدلہ میں روزے رکھنا فرض ہیں.

ج - اپنے پورے سر کے بال منڈوالیں یا کتروالیں لیکن منڈوانا افضل ہے اور اپنے عام کپڑے پہن لیں اس کے بعد آپ کے لیے ممنوعات احرام میں بیوی سے صحبت کے سوا ہر چیز حلال ہوجائے گی.

د - مکہ مکرمہ جاکر بیت اللہ کے سات چکر لگاتے ہوئے طواف زیارت (افاضہ) کریں اور صفا مروہ کے سات چکر لگاتے ہوئے سعی کریں طواف زیارت کی آپ کو عید کے آخر دنوں تک تاخیر کرنے کی اجازت ہے، طواف اور سعی کرنے کے بعد اب آپ کے لیے

بیوی سے مباشرت بھی جائز ہوگی جو اس سے قبل منع تھی.

(۵) مکہ سے واپس آکر منیٰ میں گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتیں گزاریں ان دو دِنوں میں ظہر کے بعد سے لے کر رات تک کسی بھی وقت میں تینوں جمرات چھوٹے، درمیانے اور بڑے کو بالترتیب (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سات سات کنکریاں ماریں، اس بات کا خیال رکھیں کہ کنکریاں جمرہ کے ارد گرد حوض کے اندر گریں اگر کوئی کنکری اس میں نہ گرے تو اس کے بدلے دوسری کنکری مارنی ہوگی چھوٹے اور درمیانے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد ہاتھ اٹھائے ہوئے قبلہ رو ہوکر دعا کرنا سنت ہے، مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ کمزور، بیمار یا ضعیف العمر ہوں انہیں کنکریاں مارنے کے لیے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو نائب بنادینے کی اجازت ہے اسی طرح بوقت ضرورت دوسرے یا تیسرے دن تک کنکریاں مارنے میں تاخیر کرنا جائز ہے.

(۹) طواف وداع کرنا واجب ہے جو سفر سے پہلے ہونا چاہیے.

"حج اور عمرہ کرنے والے کے لیے ضروری ہدایات"

(۱) حج خالصۃً اللہ کی رضا کے لیے کریں اور یہ دعا کریں:
یا اللہ! میرا یہ حج ایسا ہو جس میں کسی قسم کی ریاکاری اور دکھاوا مقصود نہ ہو۔

(۲) نیک اور صالح لوگوں کی رفاقت اختیار کریں، ان کی خدمت کریں اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کریں۔

(۳) سگریٹ نوشی سے پرہیز کریں کیونکہ یہ ایسا گھناونا اور حرام کام ہے جس سے بدن اور مال کا نقصان، ساتھیوں کو تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔

(۴) نماز کے وقت مسواک استعمال کیجیے، گھر والوں کے لیے مسواک کھجور اور زمزم کا تحفہ لے جائیے کیونکہ ان چیزوں کی صحیح احادیث میں فضیلت آئی ہے۔

(۵) غیر محرم عورتوں سے میل جول اور ان کی طرف نظر اٹھانے سے پرہیز کریں، اسی طرح اپنی عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ میں رکھیں۔

(٦) مسجد میں آئیں تو صفیں پھلانگنے کی بجائے اپنے نزدیک کسی جگہ

پر بیٹھ جائیں۔
(۷) کسی نمازی کے آگے سے مت گزریں اگر چہ آپ حرمین ہی میں کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ شیطانی کام ہے۔
(اس کی دلیل کے لیے کتاب کے ابتدا میں اس عنوان کے تحت دیکھیے)
(۸) نماز اطمینان اور سکون سے سُترہ (کسی دیوار یا آدمی وغیرہ) کے پیچھے پڑھیے جبکہ مقتدی کے لیے اس کے امام کا سترہ کافی ہے۔
(۹) طواف اور سعی کرتے، کنکریاں مارتے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے اپنے ارد گرد لوگوں سے نرمی سے پیش آئیں۔
(۱۰) اللہ کو چھوڑ کر مُردوں اور قبر والوں کو مت پکاریئے کیونکہ یہ ایسا شرک ہے جس سے حج اور دوسرے نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ . «سورة الزمر»
ترجمہ: اگر تم شرک کروگے تو تمہارے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہوجاؤگے۔

زیارت مسجد نبوی کے آداب

مسجد نبوی کی زیارت کرنےاور اس میں نماز پڑھنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ زیارت کے دوران درج ذیل آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

(۱) مسجد نبوی کی زیارت کرنا سنت ہے جس کا حج کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی خاص وقت ہے۔

(۲) جب مسجد نبویؐ میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں آگے بڑھاتے ہوئے یہ دعا پڑھیے: «بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ،
اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ».

ترجمہ: (داخل ہوتا ہوں) اللہ کے نام سے، اور سلام ہو رسول اللہ پر، یا اللہ میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے۔

(۳) دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیے اور پھر یہ دعا پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھیے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ،
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ،

ترجمہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلامتی ہو، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم پر سلامتی ہو، اے عمر رضی اللہ عنہ تم پر سلامتی ہو۔

پھر اگر کبھی دعا کرنا ہو تو قبلہ رو ہوکر دعا کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آپ کے مد نظر ہونا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے ہی مدد حاصل کرو (ترمذی، حسن صحیح)

(۴) دیواروں اور جالیوں وغیرہ کو چومنا جائز نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے.

(۵) اسی طرح مسجد سے باہر نکلتے ہوئے الٹے پاؤں چلنا بے بنیاد اور بدعت ہے.

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے (مسلم)

(۷) جنت البقیع اور شہداء احد کی زیارت کرنا بھی سنت ہے جبکہ مساجد سبعہ، بئر عثمان اور مسجد قبلتین وغیرہ کی زیارت کرنا بے بنیاد اور خلاف سنت ہے.

(۸) مدینہ جاتے ہوئے مسجد نبوی کی زیارت اور پھر وہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لیے (عبادت کے قصد سے) رخت سفر باندھنا

جائز نہیں. اور وہ (تین مسجدیں) مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد الحرام ہیں (بخاری و مسلم)
(اور یہ بھی کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب باقی جگھوں کی نسبت ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کیونکہ وہاں ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے)

"آئمہ مجتہدین کا حدیث پر عمل"

اللہ تعالیٰ چاروں اماموں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے پاس پہنچنے والی احادیث کے مطابق اجتہاد سے کام لیا اور اگر ہمیں ان کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف نظر آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس وہ حدیثیں پہنچ گئیں جو دوسرے تک نہ پہنچ سکی تھیں کیونکہ علماء حدیث اس دور میں حجاز، شام، عراق اور مصر وغیرہ کے دور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے تھے. اور تمام حدیثیں ایک ہی جگہ سے مل جانا ناممکن بات تھی، اس کے ساتھ ساتھ اگر اس دور کے کٹھن قسم کے ذرائع مواصلات مد نظر ہوں تو واقعی طور پر حصول حدیث کے لیے درپیش مشکلات کا اندازہ ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب امام شافعی عراق سے مصر جاتے ہیں تو بعض احادیث ملنے پر اپنا پہلا مسلک چھوڑ دیتے ہیں اور ان احادیث کی رو

سے نیا مسلک اپناتے ہیں.

اور جب ہم ان علماء کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف پاتے ہیں جیسے کہ امام شافعی تو صرف عورت کو چھولینے سے ہی وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ کا قول اس کے برعکس ہے تو اس حالت میں چاہیے کہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنتُم تُؤْمِنُوْنَ باللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً ﴾[1].

ترجمہ: پس اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہوجائے تو اگر تم واقعی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اس کا فیصلہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لو یہ بہتر اور اچھی تاویل ہے.

کیونکہ حق متعدد نہیں ہوسکتا اور دو متضاد باتیں صحیح نہیں ہوسکتیں چنانچہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صرف عورت کو چھولینے سے وضو ٹوٹ بھی جائے اور نہ بھی ٹوٹے.

اور ہمیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے اس قرآن کی اتباع کا حکم ملا ہے جس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح احادیث میں کردی ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) سورہ النساء

﴿ اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيكُم مِّنْ رَّبِكُم وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَآءَ ، قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾ . «سورة الأعراف»

ترجمہ: جو کچھ اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر نازل ہوا صرف اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسروں کے پیچھے مت چلو اگر چہ تم بہت کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو.

چنانچہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ جب اسے کوئی صحیح حدیث پہنچے تو وہ اسے صرف اس لیے رد کردے کہ وہ اس کے مذہب کے مخالف ہے جبکہ سبھی آئمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کیا جائے اور اس حدیث کے مقابلے میں ہر قسم کے مخالف قول کو ترک کردیا جائے.

"آئمہ کرام کے حدیث پر عمل پیرا ہونے سے متعلق فرمودات

آئمہ کرام کے چند وہ فرمودات پیش خدمت ہیں جو ان سے اعتراضات دور کرتے اور ان کے پیروکاروں کے لیے حق بات واضح کردیتے ہیں.

(امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں

(۱) کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ ہمارے کسی قول پر عمل (تقلید)

کرے جب تک اسے معلوم نہ ہوجائے کہ ہم نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کو دیکھے بغیر امام صاحب کے قول پر عمل کرنے والا امام کا پیروکار نہیں بلکہ خواہشات نفس کا پیروکار ہے) مترجم

(۲) اور فرماتے ہیں: کسی بھی شخص کے لیے حرام ہے کہ وہ ہمارے قول کی دلیل جانے بغیر اس کے فتوے دیتا پھرے کیونکہ ہم تو عام لوگوں کی طرح بشر ہیں آج اگر کوئی بات کہتے ہیں تو کل اس سے رجوع کرلیتے ہیں.

(۳) پھر فرماتے ہیں : اگر میں کوئی ایسی بات کہہ دوں جو کتاب و سنت کے مخالف ہو تو میری بات چھوڑ کر کتاب و سنت پر عمل کرنا.

(امام صاحب کے ان اقوال اور ان جیسے دوسرے اقوال سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات نے جو امام صاحب کو معصومیت کا درجہ دے کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا ہے وہ ایسی چیزوں سے بری الذمہ ہیں) مترجم

(۴) ابن عابد حنفی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث حنفی مذہب کے مخالف ہو تو اس حالت میں مذہب کو چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کیا جائے اور یہی امام کا مذہب ہوگا. اور ایسا کرنے سے کوئی حنفی اپنے مذہب سے باہر نہیں نکل جاتا کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ

فرماتے ہیں: اگر کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو میرا مذہب اس حدیث کے مطابق ہوگا.

امام مدینہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) میں تو ایک انسان ہوں، جس سے کبھی غلطی بھی ہوجاتی ہے اور کبھی صحیح بات بھی کہہ دیتا ہوں، چنانچہ تم میری رائے دیکھو اگر وہ کتاب و سنت کے مطابق ہو تو اسے اپنالو لیکن اگر کتاب و سنت کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ دو.

(۲) اور فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے علاوہ ہر کسی کی بات اگر صحیح ہو تو قبول کی جاسکتی ہے اگر غلط ہو تو رد کی جاسکتی ہے.

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا تعلق اہل بیت سے ہے) فرماتے ہیں

(۱) ہر شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پوشیدہ رہ سکتی ہیں جیسے اسے بہت سی احادیث مل بھی جاتی ہیں اس لیے میں کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ کہہ دوں یا کتنا ہی اچھا قاعدہ کیوں نہ بنادوں لیکن اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہے تو اس حالت میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی معتبر ہوگی اور میں بھی اسے ہی اپناؤں گا.

(۲) اور فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کسی شخص کو سنت رسول معلوم ہوجائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے کسی کے قول کی خاطر چھوڑ دے.

(۳) پھر فرماتے ہیں: اگر تمہیں میری کتاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف کوئی بات ملتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو اپناؤ اور اس وقت میرا بھی یہی قول ہوگا جس پر سنت کی دلالت ہو.

(۴) اور فرماتے ہیں: اگر کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو میرا مذہب اس حدیث کے مطابق ہوگا.

(۵) اور امام احمد کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم لوگ حدیث اور اس کے رجال میں مجھ سے زیادہ علم رکھنے والے ہو. اگر تمہیں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو مجھے بھی مطلع کردیا کرو تاکہ میں بھی اسے اپنالوں.

(٦) مزید فرماتے ہیں: ہر وہ مسئلہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث وارد ہو اور میں اس کے خلاف کہہ چکا ہوں تو جان لو کہ میں اپنی زندگی یا موت ہر حالت میں اس سے رجوع کرتا ہوں.

امام اہل السنہ : امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) میری تقلید مت کرنا اور نہ ہی مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری وغیرہ کی تقلید کرنا بلکہ جہاں سے انہوں نے مسائل اخذ کیے ہیں وہیں (کتاب و سنت) سے تم بھی اخذ کرو.

(۲) پھر فرماتے ہیں کہ حدیث رسول کو رد کرنے والا شخص تباہی کے کنارے پر ہے. (۱)

اچھی یا بری تقدیر پر ایمان

ارکان ایمان کا چھٹا رکن یہ ہے کہ ایک مسلمان اس کے ساتھ پیش آنے والی ہر اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھے، اس کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (اربعین نوویہ) میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمانہ قدیم میں ہر چیز کی تقدیر لکھی اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ چیز اپنے مقرر وقت میں کسی معینہ جگہ پر وقوع پذیر ہوکر رہے گی چنانچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کے مطابق

(۱) حاشیہ از مترجم : آئمہ کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ وہ خود بھی کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے کوشاں تھے اور مسلمانوں کو بھی اس بات کی وصیت کرگئے ہیں اور ان آئمہ کرام میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا قول نہیں ملتا جس میں انہوں نے اپنی تقلید کرنے کا حکم دیا ہو بلکہ وہ اس سے منع کیا کرتے تھے تو معلوم ہوا مسلمانوں پر ٹھونسی جانے والی تقلید بعض ملاّؤں کی اختراع کردہ ہے آئمہ کرام اس سے بری ہیں.

وقوع پذیر ہوتی ہے۔

(۱) ایمان بالقدر کے مراحل : انسان کی ایجاد اور پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ لوگوں میں سے کون ہیں جو نیک یا بد، مطیع یا نافرمان اور جنتی یا جہنمی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کے اچھے یا برے اعمال کی جزا اور سزا تیار کرلی تھی، اور یہ سبھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے شمار کرکے لکھی ہوئی ہیں چنانچہ بندوں کے اعمال اللہ کی اس معلوم شدہ اور لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق واقع ہورہے ہیں۔

(یہ کلام ابن رجب کی کتاب جامع العلوم والحکم کے صفحہ ۲۴ سے نقل شدہ ہے)

(۲) تقدیر لوح محفوظ میں: علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن سلمان سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن یا اس سے پہلے اور بعد کی ہر مقدر کردہ چیز کو لوح محفوظ میں درج کیا ہوا ہے۔

(دیکھیے مجلد ۴ صفحہ ۴۹۷)

(۳) تیسرے مرحلے میں ماں کے رحم میں تقدیر کا لکھاجانا ہے جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ پھر (حمل ٹھہرنے کے اسی (۸۰) دن بعد) اللہ تعالیٰ بچے کی طرف فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس میں روح ڈالتا ہے اور

اسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ اس کی زندگی رزق اور بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھا جاتا ہے۔ بخاری و مسلم

(۴) تقدیر کا آخری مرحلہ مقررہ اوقات میں تقدیر کا وقوع پذیر ہونا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کوئی اچھی یا بری تقدیر بنائی تو ساتھ ہی انسان پر اس تقدیر کے واقع ہونے کے اوقات بھی متعین کردیئے۔

(یہ عبارت امام نووی کی کتاب شرح الاربعین سے نقل شدہ ہے)

تقدیر پر ایمان رکھنے کے فوائد:

(۱) اللہ کی تقدیر پر رضامندی اور فوت شدہ چیز کا نعم البدل ملنے اور اس پر یقین رکھنے کی آبیاری:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَآ أَصَابَ مِنۡ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ ﴾ (سورة التغابن).

ترجمہ: ہر آنے والی مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے حکم سے مراد اس کی قضا و قدر ہے، مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمَن يُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ يَهۡدِ قَلۡبَهُۥ ﴾ (سورة التغابن)

ترجمہ: اور جو اللہ پر یقین رکھتا ہے اللہ اسے راہ راست نصیب فرماتے ہیں علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایسے شخص کے متعلق ہے جسے اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی قضا و قدر سے ہے، چنانچہ وہ حصول

ثواب کی امید سے صبر کرتا ہے اور قضا الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دلی اطمینان عطا کرتے ہیں اور کھوئی جانے والی چیز کے بدلے میں اسے دنیا میں ہی اطمینان قلب اور یقین صادق نصیب کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اسے کھوئی جانے والی چیز کا عوض یا نعم البدل عطا فرمادیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یقین پیدا کردیتے ہیں کہ جو مصیبت اسے پہنچی ہے وہ کبھی ٹلنے والی نہ تھی اور جو چیز اس سے کھوئی گئی ہے وہ کبھی اسے ملنے والی نہ تھی۔

(۲) گناہوں کا معاف ہونا: جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک مومن کو جب بھی کوئی دکھ، پریشانی، تھکان بیماری حتیٰ کہ کوئی فکر لاحق ہوتی ہے تو یہ سبھی چیزیں اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہے۔ بخاری و مسلم

(۳) اجر عظیم کی بازیابی:- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ ، وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ، أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ . «سورة البقرة»

ترجمہ: اور ان صبر کرنے والوں کو یہ خوشخبری دو جنہیں جب کوئی

مصیبت پہنچتی ہے تو (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) کہتے ہیں انہیں لوگوں کے لیے اللہ کی رحمتیں اور اس کی دعائیں ہیں اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں.

(۴) دل کی تونگری: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر تم اللہ کے دیئے ہوئے پر راضی ہوجاؤ تو دنیا کے امیر ترین انسان بن جاؤگے.(احمد، ترمذی)

مزید آپ کا فرمان ہے تونگری مال و دولت کی کثرت سے نہیں ملتی لیکن اصل تونگری تو دل کی تونگری ہے (بخاری و مسلم)

اور اس بات کا بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بہت سے کروڑ پتی لوگ اپنے اتنے مال و دولت پر خوش نہیں ہوتے کیونکہ ان کے دل بھوکے ہوتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جو تھوڑا مال ہونے کے باوجود اللہ کے دیئے ہوئے پر خوش ہوتے ہیں وہ دلی طور پر مالدار ہوتے ہیں.

(۵) بے جا خوشی یا غمی میں مبتلا ہونے سے بچاؤ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ، إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيرٌ ، لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلىٰ مَا فَاتَكُمْ ، وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ، وَاللهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ . «سورة الحديد»

ترجمہ: کوئی بھی آفت زمین میں یا تمہارے اوپر نہیں آتی جو اس کے پیدا ہونے سے قبل ہی کتاب میں نہ لکھی گئی ہو بے شک یہ اللہ کے اوپر بہت آسان ہے (اور یہ اسی لیے کہ) تاکہ تم کھوئے جانے والے پر غم نہ کھاؤ اور مل جانے والے پر شیخی نہ کرو اور اللہ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا.

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں پر فخر نہ کرو کیونکہ ان نعمتوں کا ملنا تمہاری اپنی کوششوں سے نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے لیے مقدر کیا ہوا رزق ہے، چنانچہ اسے غرور اور شرپسندی کا وسیلہ نہیں بنالینا چاہیے (۴ / ۳۱۴)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: ہر انسان کو خوشی اور غمی لاحق ہوتی ہے چنانچہ خوشی کو اللہ کا شکر کرنے اور غمی کو صبر کرنے کا وسیلہ بنانا چاہیے.

(٦) دل میں بہادری اور جوانمردی کی آبیاری: تقدیر پر ایمان رکھنے والے شخص میں بہادری اور جوانمردی پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ موت اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آئے گی اور جو چیز اس سے کھوگئی ہے وہ اسے ملنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس پر آئی ہے وہ ٹلنے والی نہ تھی اور یہ کہ ہمیشہ مشکلات کے ساتھ ہی آسانیاں ہوتی ہیں.

(۷) لوگوں کی ضرر رسانی سے بے خوفی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جان لو کہ اگر پوری امت تمہیں کوئی فائدہ پہنچانے کے لیے اکٹھی ہوجائے تو وہ اللہ کے مقدر کیے ہوئے کے سوا تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی اور اگر وہ تمہیں کوئی نقصان دینے کے لیے اکٹھے ہوجائیں پھر بھی اللہ کے مقدر کیے ہوئے کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، کیونکہ تقدیر لکھنے والے قلم اٹھ چکے اور صحیفے خشک ہوگئے.(ترمذی حسن صحیح)

(۸) موت کا ڈر ختم ہوجانا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں موت کے کون سے دن سے فرار ہونے کی کوشش کروں؟ کیا موت کے مقدر دن سے یا جو ابھی مقدر نہیں ہوا؟ چنانچہ جو مقدر نہیں ہوا اس کا تو مجھے کوئی ڈر نہیں اور جو مقدر ہوچکا ہے اس سے ڈرنا بے سود ہے.

(۹) کھوجانے والی چیز پر پشیمان نہ ہونا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاقتور ایمان دار کمزور ایمان والے کی نسبت اللہ کے ہاں زیادہ بہتر اور محبوب ہے. اور دونوں میں بھلائی ہے. اللہ سے مدد لیتے ہوئے ایسی چیز کے لیے سرگرداں رہو جو تمہارے لیے مفید ہو اور عاجزی مت دکھاؤ پھر اگر تمہیں کوئی نقصان ہوجائے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہوجاتا کیونکہ یہ شیطانی عمل ہے. بلکہ

تمہیں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مقدر کیا اور اسے کر ڈالا۔ (۱)

(۱۰) بہتری اسی میں ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے انتخاب کیا ہو:

مثال کے طور پر اگر کسی مسلمان کا ہاتھ زخمی ہوجاتا ہے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ ہاتھ ٹوٹ نہیں گیا۔ اور اگر ہڈی ٹوٹ جاتی ہے تو اسے شکر کرنا چاہیے کہ ہاتھ کٹ کر علیحدہ نہیں ہوگیا یا یہ کہ کمر وغیرہ ٹوٹنے جیسا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔

ایک دفعہ کوئی تاجر تجارتی سفر کے لیے جہاز کے انتظار میں تھا کہ اذان ہوگئی چنانچہ وہ مسجد میں نماز کے لیے چلا گیا اور جب نماز سے فارغ ہوکر آیا تو دیکھا کہ جہاز پرواز کرچکا ہے، چنانچہ وہ جہاز نکل جانے پر افسردہ ہوکر بیٹھ گیا، لیکن تھوڑی دیر بعد اسے خبر ملی کہ وہ جہاز پرواز کے دوران جل گیا چنانچہ وہ شخص اپنے زندہ سلامت رہنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوگیا اور اسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا:

﴿ وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ، وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ، وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ .

ترجمہ: اور شائد کہ تمہیں کوئی چیز ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے کوئی چیز تمہاری دل پسند ہو لیکن وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں تم نہیں جانتے ہو۔

تقدیر حجت نہیں بن سکتی

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ ہر برا بھلا اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے جو اس کے علم اور ارادہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھا یا برا کام کرنے کا اختیار دیا ہے، چنانچہ واجبات کو پورا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا اس کا فرض ہے اس لحاظ سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ گناہ کرکے یہ کہے کہ اللہ نے ایسے مقدر کیا ہوا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول بھیجنے اور کتابیں نازل فرمانے کا یہی مقصد ہے کہ لوگوں کے لیے نیکی، بدی اور سعادت مندی یا بد بختی کا راستہ واضح ہوجائے.

اس کے علاوہ انسان کو عقل و فکر سے نواز کر ہدایت و گمراہی کا راستہ دکھایا دیا ہے جیسے کہ ارشادی باری تعالیٰ ہے.

﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ : إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوراً ﴾ «سورة الإنسان»

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو (ہدایت و گمراہی کا) راستہ دکھایا پھر یا تو وہ شکر گزار ہوتا ہے اور یا پھر کفر کرنے والا ہوتا ہے.

چنانچہ بے نماز یا شراب خور شخص اللہ کے حکم کی مخالفت کرنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اس گناہ پر ندامت محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے. اور

تقدیر کو حجت بنا کر وہ اپنے اس گناہ سے چھٹکارہ حاصل نہیں کرسکتا.

اگر کہیں تقدیر کو حجت بنانا ممکن ہے تو وہ مصیبت کے وقت ہے جس کے متعلق اس کا یقین ہونا چاہیے کہ یہ آنے والی مصیبت اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر اظہار رضامندی کرے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: «مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ»

«سورة الحديد» (نبرأها : نخلقها)

ترجمہ: کوئی بھی آفت زمین پر یا تمہارے اوپر نہیں آتی. جو اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی کتاب میں لکھی نہ گئی ہو، بے شک یہ اللہ کے اوپر بہت آسان ہے.

ایمان اور اسلام سے خارج کردینے والے امور

جس طرح بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح بعض ایسے امور ہیں جن کا ارتکاب کرنے سے آدمی اسلام و ایمان سے خارج ہوجاتا ہے انہیں نواقض ایمان کہتے ہیں.

ان نواقض ایمان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم : رب کے وجود کا انکار یا اس میں زبان درازی کرنا.

(۲) دوسری قسم : عبادت کے لائق الہ کا انکار کرنا یا اس کے ساتھ شرک کرنا.

(۳) تیسری قسم: قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ثابت ہونے والے اسماء اور صفات کا انکار کرنا یا ان میں بد زبانی کرنا.

(۴) چوتھی قسم: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا انکار کرنا یا اس میں طعن کرنا.

ان اقسام کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں.

(۱) پہلی قسم ایسے لوگوں کی ہے جو رب کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں جیسے کہ ملحد، کمیونسٹوں نے خالق حقیقی کے وجود کا انکار کردیا ہے، اور کہتے ہیں کوئی معبود وغیرہ نہیں اور زندگی مادہ پرستی کا نام ہے،

کائنات کی پیدائش اور اس کی حرکات کو فطرت اور اتفاقات سے تعبیر کرتے ہیں، اور فطرت و اتفاق کے خالق کو بھول جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَيْءٍ ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ وَّکِیْلٌ ﴾ . «سورة الزمر آية ٦٢»

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے.

ایسے لوگ مشرکین عرب اور شیطانوں سے بھی بڑے کافر ہیں کیونکہ وہ مشرک کم از کم خالق کے وجود کا تو اقرار کرتے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ . «سورة الزخرف آية ٨٧»

ترجمہ: اگر تم ان (مشرکوں) سے پوچھو کہ تمھیں کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے)

اسی طرح قرآن مجید شیطان کے بارے میں فرماتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا:

﴿ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ﴾ «سورة ص»

ترجمہ: میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اسے (آدمؑ کو) مٹی سے پیدا کیا ہے.

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین اور شیطان اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے تھے، اور اگر کوئی مسلمان بھی کمیونسٹوں کی طرح کہے

کہ اس چیز کو فطرت نے پیدا کیا ہے یا وہ ایسے ہی وجود میں آگئی ہیں تو وہ بھی کفر کا ارتکاب کرتا ہے.

(۲) اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کردے کہ وہ رب ہے جیسے کہ فرعون نے کہا تھا: ﴿ أَنَا رَبُّكُمُ الأَعْلَىٰ ﴾ . «سورة النازعات»

ترجمہ: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں

تو وہ ایسا دعویٰ کرنے سے کافر ہوجاتا ہے.

(۳) رب کے وجود کا اعتراف کرنے کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کرنا کہ دنیا میں کچھ ولی اور قطب ہیں جو کائنات کی تدبیر کرتے اور اس کا نظام چلاتے ہیں ایسا کہنے والے اپنے عقیدے میں قبل ازاسلام کے مشرکوں سے بھی بد تر ہیں. کیونکہ وہ مشرک یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کائنات کی تدبیر کرنے والا اور اس کا نظام چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالأَرْضِ ، أَمَّنْ يَملِكُ السَّمْعَ والأَبْصَارَ ، ومَنْ يُخرِجُ الحيَّ مِنَ الميّتِ ، وَيُخرِجُ المَيّتَ مِنَ الحيِّ ، ومَن يُدبِّرُ الأَمْرَ ؟ فَسَيَقُولُوْنَ اللهُ ، فَقُلْ أَفَلا تَتَّقُوْنَ ﴾ «سورة يونس»

ترجمہ: ان (کافروں) سے پوچھیے کہ تمہیں آسمان و زمین سے روزی دینے والا کون ہے؟ کون ہے جو تمہاری سننے اور دیکھنے کی طاقت کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو مُردوں کو زندہ اور زندوں کو مُردہ سے نکالتا ہے اور کون ہے جو کائنات کی تدبیر کرتا (چلاتا) ہے؟ تو وہ کہیں

گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو ان سے کہو کہ پھر تم (اپنے اس اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو.

(۴) بعض گمراہ کن صوفی یہ کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے اندر حلول کرگئے ہیں جیسے کہ دمشق میں مدفون ابن عربی صوفی کا کہنا ہے کہ (رب بندہ اور بندہ رب ہے کاش میں جان لیتا کہ مکلف کون ہے) اور ان کے ایک دوسرے شیطان کا کہنا ہے کہ گرجا کے اندر جو راہب ہے وہی اللہ ہے.

اور ان گمراہ کن صوفیوں کے امام حلاج نے جب یہ کہا کہ میں وہ (اللہ) اور وہ (اللہ) میں ہوں تو علماء نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر کیا چنانچہ اسے قتل کردیا گیا.

(اور حلولیت کا یہ عقیدہ اگر زمانہ قدیم میں پایا جاتا تھا تو عصر حاضر میں بھی اس عقیدے کو اپنانے والے شیطانوں کی کمی نہیں. چنانچہ ہندوستان کے ایک طاغوت کا کہنا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

قارئین کرام کو یہ معلوم کرکے حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ اس قسم کے کفریہ عقائد کا پرچار کرنے والے اعلی حضرت احمد رضا بریلوی صاحب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ

ترجمہ: اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں.(مترجم)

نواقض ایمان میں سے عبادت میں شرک کرنا ہے

چنانچہ ایمان کے منافی امور میں سے دوسری چیز یہ ہے کہ عبادت کے لائق الہ کا انکار کیا جائے یا اس کی عبادت میں دوسروں کو بھی شریک کیا جائے اس کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) وہ لوگ جو سورج، چاند، ستاروں، درختوں اور شیطانوں جیسی مخلوقات کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کی مالک نہیں چہ جائیکہ دوسروں کو فائدہ دیں.

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے جو کہ ان چیزوں کا خالق و مالک ہے.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيلُ وَالنَّهارُ والشَّمْسُ وَالقَمَرُ ، لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلقَمَرِ ، وَاسْجُدُوا لِلهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ «سورة فصلت»

ترجمہ: اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں. اگر تم صرف اسی (اللہ) کی عبادت کرنے والے ہو تو پھر سورج چاند کے لیے سجدہ نہ کرو بلکہ اسی اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے.

(۲) عبادت میں شرک کے ضمن میں دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے

جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اولیاء کی مورتیوں یا قبروں جیسی مخلوقات کو اس کی عبادت میں شریک کرلیتے ہیں، ان مشرکوں کی حالت بالکل قبل از اسلام مشرکین عرب جیسی ہے جو اللہ کی عبادت کرتے اور مشکل وقت میں صرف اسی کو پکارتے. لیکن جب مشکل حل ہوجاتی اور آسانی کا وقت ہوتا تو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے جیسے کہ قرآن کریم اس طرح ان کی حالت بیان فرماتا ہے: ﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ، فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾ «سورة العنكبوت»

ترجمہ: جب وہ (مشرک) کشتی میں سوار ہوتے تو اللہ کے لیے دین خالص کرتے ہوئے صرف اس سے دعا کرتے اور جب (اللہ تعالیٰ) انہیں بچا کر خشکی میں لے جاتا تو پھر اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک قرار دیا حالانکہ وہ جب جہاز ڈوبنے کا خطرہ محسوس کرتے تو صرف اللہ کو ہی پکارتے اور یہ اسی لیے کہ یہ مشرک لوگ صرف اللہ سے دعا کرنے پر برقرار نہیں رہتے تھے، بلکہ جب سمندر سے نکل آتے تو اللہ کے سوا دوسروں سے دعائیں مانگتے تھے.

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قبل از اسلام کے ان مشرکین عرب کو کافر قرار دیا ہے اور اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو

انہیں قتل کرنے کا حکم دیا باوجود اس کے کہ وہ مشکل اوقات میں اپنے بتوں کو بھول کر صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے تو پھر ایسے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا جو صرف عام حالات ہی میں نہیں بلکہ مشکل اوقات میں بھی اللہ کو چھوڑ کر فوت شدہ اولیاء کی قبروں پر جاکر ان سے شفاء رزق اور ہدایت جیسی وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے. اور ان اولیاء کے خالق کو بھول جاتے ہیں جو اکیلا ہے، شفا، ہدایت اور رزق جیسی چیزوں کا مالک ہے. اور اس کے مقابلے میں یہ اولیاء کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں بلکہ وہ تو پکارنے والوں کی پکار سننے پر بھی قادر نہیں ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.

﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ، اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ، وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ، وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ (سورة فاطر)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعا نہیں سن سکتے، اور اگر (بفرض محال) سن بھی لیں تو اسے قبول نہیں کرسکتے اور قیامت کے روز وہ تمہارے اس شرک کا انکار کردیں گے. اور تمہیں ہر چیز کی خبر دینے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کی مانند کوئی نہیں بتائے گا.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کھلے طور پر بیان کردیا ہے کہ فوت شدہ لوگ اپنے پکارنے والوں کی دعائیں نہیں سنتے اور یہ کہ مردہ لوگوں سے دعا کرنا شرک اکبر ہے.

ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ یہ ولی یا بزرگ کسی نفع و نقصان کے مالک ہیں بلکہ ہم تو صرف اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے ان بزرگوں کا واسطہ دیتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں ہم اپنی دعائیں ان بزرگوں تک اور یہ بزرگ ہماری دعائیں اللہ تک پہنچادیتے ہیں.

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی باتیں کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کا عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا جن کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ مَالَا يَضُرُّهُم وَلَايَنْفَعُهُم وَيَقُولُونَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللهَ بِمَا لَايَعْلَمُ فِي السَّموَاتِ وَلَا فِي الأَرْضِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ «سورة یونس»

ترجمہ: اور یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے کسی نفع یا نقصان کی مالک نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ معبود اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے تو (اے نبی اکرمؐ) ان سے کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کی کوئی ایسی بات

بتانا چاہتے ہو جو اسے معلوم نہ ہو؟ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اس گمراہ کن عقیدہ سے اچھی طرح باخبر ہے) وہ ذات (اللہ تعالیٰ) ان کے اس شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

تو یہ آیت بھی اس بات کی واضح دلیل ہوئی کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والا اور اسے پکارنے والا مشرک ہے۔ اگر چہ اس کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ (بزرگ) کسی نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ صرف میرے سفارشی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ مشرکوں کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ مَانَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللهِ زُلْفٰى ، إِنَّ اللهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ «سورة الزمر»

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مولیٰ بنالیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان (معبودوں) کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ان کی ایسی مختلف فیہ باتوں میں فیصلہ فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور کفر کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتے۔

یہ آیت بھی واضح دلیل ہے کہ تقرب کی نیت سے غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہے۔ کیوں کہ پکارنا اور دعا کرنا عبادت میں سے ہے جیسے کہ ترمذی کی صحیح/حسن حدیث میں ہے۔

(اسی قسم کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے مشرکوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکاروں کو سننے کے قابل ہی نہیں. بلکہ وہ تو ویسے ہی اس کی پکاروں سے بے خبر ہیں. اور جب (روز قیامت) لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اس (مشرک) کے یہی معبود دشمن بن جائیں گے اور جو وہ ان کی عبادت کیا کرتا تھا اس کا انکار کردیں گے.

برادر مسلم! اس آیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا اپنے آپ کا جائزہ لیجیے کہیں غیر اللہ کو پکارنے جیسی گمراہیاں آپ کے اندر بھی تو سرایت نہیں کرچکیں۔ (مترجم)

(۴) اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام اور حدود کو نافذ نہ کرنا بھی نواقض ایمان میں سے ہے خاص طور پر اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ حدود اس زمانہ میں ناقابل تنفیذ ہے.

یا اسلامی شریعت کے مخالف قوانین کو نافذ کرنا جائز سمجھتا ہو کیونکہ شریعت کا نفاذ بھی ایک عظیم عبادت ہے. اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

کو قانون سازی کا اختیار دینا ایسے ہی شرک ہے جیسے بتوں کی پوجا کرنا شرک ہے. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إنِ الْحُكْمُ إلّا لِلّٰهِ ، أمرَ ألا تَعْبُدُوا إلّا إيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ، وَلٰكِنَّ أكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ ﴾ «سورة يوسف»

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے حاکمیت نہیں ہے اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی دین راست ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں.

مزید ارشاد ہے: ﴿ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أنزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ﴾ «سورة المائدة»

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہیں کرتے وہی کافر لوگ ہیں.

لیکن وہ شخص جو اللہ کی شریعت کو قابل تقلید سمجھتا ہو لیکن نفسانی خواہشات یا کسی مجبوری کے پیش نظر وہ شریعت کا فیصلہ نہیں کرتا تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ ظالم یا فاسق ہوگا جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

(کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے اور جو تسلیم تو کرے لیکن اس سے فیصلہ نہ کرے تو وہ ظالم و فاسق ہوگا)

یہی علامہ ابن جریر کا اختیار کردہ قول ہے اور حضرت عطا فرماتے ہیں

کہ ایسا کرنا بھی چھوٹا کفر ہے.
لیکن جو شخص اللہ کی شریعت ختم کرکے وضعی قوانین نافذ کرے اور سمجھے کہ یہی قوانین قابل عمل ہیں تو اس کا یہ عمل اس کو بالاتفاق اسلام سے خارج کردے گا.
(۵) ایمان کے منافی امور میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ کے احکام پر رضامند نہ ہو یا انہیں قبول کرنے میں تنگی اور گھٹن محسوس کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ، ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ النساء

ترجمہ: (اے نبیؐ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک وہ اپنے تنازعات میں تم سے فیصلہ نہیں لیتے اور پھر آپ کے فیصلے کو قبول کرنے میں کسی قسم کی تنگی یا حرج محسوس نہ کریں بلکہ اس کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیں.
اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسلمانوں کے لیے نبی اکرمؐ کا فیصلہ تسلیم کرنا اور اسے قبول کرنا ضروری تھا تو ان کے فوت ہوجانے کے بعد انکی سنت کو عمل میں لانا اور اس سے فیصلہ لینا ضروری ہوگا.
اور اللہ کے احکام کو قبول کرنے میں کراہت یا ناپسندیدگی کا اظہار

ایسا فعل ہے جس سے انسان کے سبھی اعمال ضائع ہوجاتے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ «سورة محمد آية ٨ ـ ٩»

ترجمہ: اور یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کردیے۔

تیسری قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا انکار یا اس میں شرک یا طعن بازی کرنا ہے

(۱) ایمان کے منافی امور میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کتاب و سنت میں ثابت شدہ اسماء و صفات کا انکار کرے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کامل اس کی قدرت، زندگی، قوت سماعت، قوت بصارت، اس کی کلام، رحمت یا اس کا عرش پر بلند اور برقرار ہونا، آسمان دنیا پر نزول ہونا یا اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، ٹانگیں، اور اس جیسی اللہ تعالیٰ کے لائق اور مخلوقات سے غیر مشابہ صفات کا انکار کرے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ «سورة الشورى»

ترجمہ: اس (اللہ) جیسی کوئی بھی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مخلوق سے غیر

مشابہ ہونے اور اپنے لیے قوت سماعت و بصارت کو ثابت کرکے یہ بتادیا ہے کہ اس کی باقی صفات بھی ایسی ہی ہیں۔

(۲) اسی طرح بعض ثابت شدہ صفات کی تاویل یا انہیں انکے ظاہری معنی سے تبدیل کرنا بھی بہت بڑی غلطی اور گمراہی ہے جیسے کہ عرش پر مستوی ہونے کو استیلاء (قادر ہونا) سے تاویل کرنا، جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں امام مجاہد اور ابی العالیہ سے استواء کی تفسیر ارتفاع اور بلندی کے معنی میں نقل کی ہے اور دونوں کا شمار سلف میں ہے کیونکہ دونوں تابعی ہیں۔ صفات کی تاویل کرنا ان کی نفی کے مترادف ہے چنانچہ استواء کی تاویل استیلاء سے کرنے سے قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ثابت شدہ اس صفت کی نفی ہوجاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے حالانکہ یہ صفت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ الرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴾ «سورة طه»

ترجمہ: رحمٰن (اللہ تعالیٰ) عرش پر عالی اور بلند ہوا۔

مزید فرمان ہے:

﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَآءِ أَن يَخۡسِفَ بِكُمُ الۡأَرۡضَ ﴾ «سورة الملك»

ترجمہ: کیا تم اس ذات سے مامون ہوگئے جو آسمان پر ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسادے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی جس میں یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور وہ کتاب اللہ کے ہاں عرش پر لکھی ہے بخاری

شیخ محمد امین شنقیطی (صاحب اضواء البیان) فرماتے ہیں کہ صفات کی تاویل حقیقت میں ان کی تحریف کرنا ہے.

چنانچہ وہ اپنی کتاب منہج و دراسات فی لاسماء والصفات صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں:

ہم اپنے اس مقالہ کو دو باتوں پر ختم کررہے ہیں.

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تاویل کرنے والوں کے مد نظر ہونا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ نے جب انہیں (حطة) کہنے کا حکم دیا تو انہوں نے اسے (حنطہ) سے تبدیل کردیا اور نون کا اضافہ کردیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ان کی اس قباحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ، فأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوا رِجْزاً مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسِقُوْنَ ﴾«سورة البقرة»

ترجمہ: ظالموں نے جب بات (حطة) کو اس کے علاوہ (حنطہ) سے بدل دیا تو ہم نے پھر ظالموں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا.

اس طرح جب تاویل کرنے والوں سے استوی کہا گیا تو انہوں نے اس میں لام کا اضافہ کرکے اسے استولیٰ بنادیا. چنانچہ ان کا اس لام کا اضافہ بالکل یہودیوں کے نون کے اضافہ کے مترادف ہے (اس کا تذکرہ ابن القیم نے کیا ہے)

(۳) اللہ تعالیٰ کی کئی ایسی صفات ہیں جو اس کے لیے خاص ہیں اور کوئی دوسری ذات ان صفات میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہوسکتی جیسے کہ علم غیب ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں.﴿ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ﴾«سورة الأنعام»

ترجمہ : اور اسی (اللہ) کے پاس غیب کے علوم ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا.

لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو وحی کے ذریعے بعض غیبی چیزیں بتادیتا ہے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَداً ، إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُوْلٍ . . ﴾ «سورة الجن»

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ہی) غیب کا علم جاننے والا ہے اور وہ کسی کو بھی اپنے اس علم غیب پر مطلع نہیں کرتا، سوائے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے.

(پھر اللہ تعالیٰ اپنے کسی رسول کو وحی کے ذریعہ غیبی چیز بتادیتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس رسول کے پاس غیب کا علم ہے

کیونکہ یہ تو صرف اللہ کے دیئے ہوئے علم میں سے ہے. اور کسی مخلوق کے لیے ممکن نہیں کہ وہ از خود علم غیب حاصل کرسکے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں:

جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کاعلم جانتے تھے وہ جھوٹا اور کذاب آدمی ہے) بخاری

اس سے معلوم ہوا کہ البوصیری کے یہ اشعار جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھے ہیں اس کے کفر و ضلال کی ترجمانی کرتے ہیں.

فإن من جودك الدنيا وضَرتها
ومن علومك علمُ اللوح والقلم

تیرے ہی فضل سے دنیا اور اس کی نعمتیں ہیں.
تیرے علوم میں علم لوح و قلم بھی ہے.

کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ کی مخلوق ہیں اور اسی کے فضل و کرم کا نتیجہ ہیں. نہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل اور ان کی تخلیق کا نتیجہ ہیں. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.

﴿ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴾ ﴿ سورة الليل ﴾

ترجمہ: اور بے شک ہمارے لیے ہی دنیا اور آخرت ہے.

اور البوصیری کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قلم سے لکھی جانے والی اور لوح محفوظ میں درج ہر بات کو جانتے ہیں. کیونکہ یہ ایسا مطلق علم غیب ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے.

جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ . . ﴾ «سوۃ النمل»

ترجمہ: (اے میرے نبی) کہہ دو کہ آسمانوں اور زمینوں میں غیب جاننے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں.

اور اگر انبیاء کو غیب کا علم نہیں تو پھر اولیاء کو کیسے غیب کا علم ہوسکتا ہے بلکہ انہیں تو ان غیبی چیزوں کا بھی علم نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو بتاتے ہیں اور وہ اس لیے کہ ان اولیاء پر وحی نازل نہیں ہوتی اور وحی کا نازل ہونا انبیاء کے ساتھ خاص ہے.

چنانچہ جو شخص بھی علم غیب کا دعوی کرے یا دعوی کرنے والے کی تصدیق کرے تو اس نے اپنا ایمان ضائع کردیا. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس (خفیہ باتیں دریافت کرنے کے لیے) آئے اور پھر اس کی باتوں کی تصدیق کردے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے (قرآن) کو جھٹلادیا۔(صحیح، احمد)

(کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو علم غیب جاننے کا دعویٰ کرے)

اس قسم کے دجالوں کاہنوں اور نجومیوں وغیرہ کی بتائی جانے والی خبریں حقیقت میں ان کے اندازہ، اتفاقات اور شیطانی وساوس کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اگر وہ سچے ہوتے تو پھر انہیں چاہیے تھا کہ دشمنان اسلام کی سازشوں سے باخبر کرتے۔ اور لوگوں پر بوجھ بن کر گمراہ کن طریقوں سے ان کا مال اکٹھا کرنے کے بجائے اپنے لیے زمین کے خزانے نکال لیتے.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی نجومی کے پاس کوئی بات دریافت کرنے کے لیے آئے تو اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔ مسلم

(بعض لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غیبی امور کے متعلق احادیث جیسے کہ آخرت کے احوال اور مستقبل کے متعلق پیشن گوئیاں پڑھتے یا سنتے ہیں تو انہیں یہ وہم لاحق ہوتا ہے کہ آپ کو علم غیب تھا)

چنانچہ اس بارے میں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ غیبی چیزیں تھیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاہ والسلام کو وحی یا کسی دوسرے ذریعہ سے دیا تھا. اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ کو غیب کا علم تھا. غیب کا علم تو تب ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی باتیں ازخود معلوم ہوجاتیں) مترجم

(۴) نواقض ایمان کی چوتھی قسم: یہ ہے کہ رسولوں کے بارے میں زبان درازی کی جائے چنانچہ کسی رسول کی رسالت کا انکار کرنا یا اس کی ذات میں طعن بازی کرنا بھی ایمان کے منافی امور میں ہے اس کے کئی قسمیں ہیں.

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا ایمان کے منافی ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کا رسول ہونے کی گواہی دینا ارکان ایمان میں سے ہے.

(۲) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق، امانت اور عفت میں طعن کرنا ان کا مذاق اڑانا، انہیں حقیر خیال کرنا، یا ان کے افعال مبارکہ میں طعن بازی کرنا.

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں طعن کرنا یا انہیں جھٹلانا یا پھر آپ کی ان احادیث کا انکار کرنا جن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے شریعت نافذ کرنے کے لیے نزول کرنے کی پیشن گوئیاں کی تھیں.

(۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے رسولوں کا انکار کرنا یا قرآن و حدیث میں مذکور ان رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا انکار کرنا.

(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا شخص

بھی کافر ہے جیسے کہ غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے. اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے دجالوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے.

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ ، وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ﴾ «سورة الأحزاب»

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں.

اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عاقب (آخر میں آنے والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (۱)

اور جو شخص بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قادیانی یا کوئی دوسرا نبی ہے تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور اس کا ایمان ضائع ہوگیا.

(٦) ایمان کے منافی امور میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا وصف دیا جو کہ اللہ کے لیے خاص ہو جیسے کہ بعض گمراہ کن صوفیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق علم غیب سے موصوف کیا ہے یہاں تک کہ ان کے کسی شاعر کا کہنا ہے:

اے علم غیب جاننے والے ہم نے تمہیں ہی اپنا ملجا بنایا ہے.

اے دلوں کی شفاء تم پر سلام ہو

(٧) اسی طرح وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت،

مدد اور شفا جیسی وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو کہ صرف اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں جیسے کہ آج کے بہت سے مسلمانوں کی یہی حالت ہے. شاعر بوصیری نے کہا ہے.

ومن تكون برسول الله نُصرتُه
إنْ تلقهُ الأُسدُ في آجامها تَجِمِ
ما سامني الدهر ضيماً واستجرتُ
إلا ونلتُ جواراً منه لم يُضَمِ

جسے رسول اللہ سے مدد ہو
اگر چہ اسے شیر اپنے کچھار میں بھی ملے.
مجھ سے زمانے نے جو بھی سودا کیا اور میں نے پناہ لی
مگر مجھے آپ کے پاس پناہ ضرور ملی اور کوئی ظلم بھی نہیں ہوا.

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ ﴾ «سورة الأنفال»
ترجمہ: اور نصرت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مخالف ہے. آپ نے فرمایا:

"جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد لو تو صرف اللہ سے مدد لو" (۲)

(اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاہ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ سورہ الجن

ترجمہ: اے نبی کہہ دو کہ میں تمہارے لیے کسی نقصان و ہدایت کا مالک نہیں ہوں اور کہہ دو کہ مجھے کوئی اللہ سے بچانے والا نہیں اور اس (اللہ) کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں. یعنی تم کو نفع و نقصان پہنچانا تو کجا اپنا نفع و نقصان میرے قبضہ میں نہیں. اگر بالفرض میں اللہ کی حکم عدولی کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھے اللہ کی پکڑ سے بچالے. اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ لے سکوں.

اور اگر یہ حالت امام الانبیاء سردار دو جہاں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے تو ان سے ہزاروں درجہ کم اولیاء اور بزرگوں کی کیا حالت ہوگی جن پر علم غیب جاننے کا بہتان لگایا جاتا ہے ان کے نام کی نیازیں مانی جاتی ہیں اور ان سے روزی، صحت اور مدد و نصرت طلب کی جاتی ہے ان کے لیے قربانی کی جاتی ہے.

(اور اگر روزی تندرستی، مدد اور ہدایت جیسی اللہ سے مخصوص چیزوں کو کسی بڑے سے بڑے نبی سے مانگنا شرک اور ایمان کے منافی ہے تو لازمی بات ہے ایسی چیزوں کا کسی بزرگ یا ولی سے مانگنا بھی شرک اکبر ہے جس کا ارتکاب کرنے والا مشرک ہے) مترجم

(۸) ہم رسولوں کے معجزات اور اولیاء کی کراماتوں کے منکر نہیں

لیکن ان انبیاء اور اولیاء کو اللہ کا شریک بنالینے کو جائز نہیں سمجھتے اور جس طرح اللہ کو پکارا جاتا ہے ایسے ہی ان انبیاء و اولیاء کو پکارنے اور جیسے اللہ کے لیے نذریں نیازیں دی جاتی ہیں ایسے ہی ان انبیاء و اولیاء کے لیے نذریں دینے اور قربانی دینے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(مسلمانوں کی دین سے لاعلمی اور کتاب و سنت سے دور ہونے کی وجہ سے مشرکانہ رسوم اس حد تک پھیل چکی ہیں کہ شائد ہی کوئی بستی یا محلہ آپ کو کسی ایسے مزار سے خالی نظر آئے جس کی اللہ کے سوا عبادت نہ کی جارہی ہو اور اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات کرنے کے بجائے اس قبر والے کے نام پر چڑھاوے نہ چڑھائے جارہے ہوں) مترجم

حتیٰ کہ اس قسم کے نام نہاد ولیوں کی قبروں پر دولت کے انبار لگ جاتے ہیں اور ان قبروں پر بیٹھنے والے مجاور اور گدی نشین اس دولت کو آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں کتنے ہی غریب لوگ بھوکوں مرجاتے ہیں جنہیں روٹی کا لقمہ تک نصیب نہیں ہوتا، عربی کے کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

بیچارے زندہ لوگوں کو ایک پائی بھی نصیب نہیں ہوتی۔

جبکہ مُردوں پر لاکھوں روپے نچھاور کردیئے جاتے ہیں۔

گمراہی اور حماقت کی انتہا صرف یہی نہیں ہے بلکہ آپ کو بہت سے مزار اور درگاہیں ایسی ملیں گی جن کی کوئی حقیقت نہیں، جو صرف اور

صرف گمراہ کن پیروں اور مجاوروں کی پیداوار ہے تاکہ وہ ان مزاروں کا جھانسہ دے کر لوگوں سے نذریں و نیاز اور مال اکٹھا کرسکیں، اگرچہ اس بات کی صداقت کے لیے ہزاروں واقعات موجود ہیں لیکن ذیل میں صرف دو واقعات کا ذکر کررہے ہیں، جن سے آپ ان خودساختہ ولیوں اور ان کے مزاروں کی حقیقت کا اندازہ کرسکتے ہیں.

(۱) میرے ایک ساتھی استاد کا کہنا ہے کہ صوفیوں کا ایک پیر اپنی ماں کے پاس آیا اور اس سے ایک خاص سڑک پر سبز جھنڈا لگانے کے لیے چندہ مانگا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہاں کوئی ولی اللہ مدفون ہے. چنانچہ اس کی ماں نے اسے کچھ پیسے دے دیئے جس سے اس نے سبز کپڑا خریدا اور جھنڈا بنا کر ایک دیوار پر لگادیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ یہاں اللہ کا ولی دفن ہے، جس کی زیارت کا شرف مجھے خواب میں حاصل ہوا اس طرح سے اس نے لوگوں کو چکر دے کر مال اکٹھا کرنا شروع کردیا. پھر جب حکومت نے سڑک کشادہ کرنے کے لیے وہ خود ساختہ قبر وہاں سے ہٹانا چاہی تو اس پیر نے یہ افواہ پھیلائی کہ جس مشین سے قبر گرانے کی کوشش کی گئی وہ مشین ٹوٹ گئی بعض لوگوں نے اس افواہ کو سچ جانا اور یہ افواہ عام ہوگئی جس سے حکومت قبر نہ کھودنے پر مجبور ہوگئی پھر اس ملک کے مفتی صاحب نے مجھے بتایا کہ حکومت نے مجھے آدھی رات کے وقت قبر

کے پاس طلب کیا (تاکہ اس قبر کی حقیقت معلوم کی جائے) فرماتے ہیں جب مشینوں اور کرین سے اس کی کھدائی کی گئی تو مفتی صاحب نے قبرے کے اندر دیکھا تو وہ بالکل خالی تھی. جس سے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ سب جھوٹ اور فراڈ تھا.

(۲) دوسرا قصہ حرم (بیت اللہ) کے ایک مدرس نے سنایا کہ دو فقیر آپس میں ملے اور ایک دوسرے سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اسی اثنا میں ان کی نظر ایک خودساختہ ولی کی قبر پر پڑی جس پر مال و دولت نچھاور کیا جارہا تھا یہ دیکھ کر ان میں سے ایک فقیر نے کہا کیوں نہ ہم بھی کوئی قبر کھود کر کسی ولی کو دفن کردیں، تاکہ ہم کو بھی مال و دولت ملنے لگے، دوسرے فقیر نے اس رائے پر رضامندی کا اظہار کیا اور دونوں چل پڑے. راستے میں انہیں ایک چیختا ہوا گدھا دکھائی دیا تو انہوں نے اسے ذبح کرکے ایک گڑھے میں دبادیا اور اس پر مزار بنادیا، پھر اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دونوں اس پر لوٹنے لگے جب کچھ گزرنے والوں نے ان سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہاں حبیش بن طبیش (بابا گدھے شاہ) نامی ایک ولی دفن ہیں، جنکی کرامتیں بیان کرنا مشکل ہیں. لوگ بھی ان فقیروں کی ان باتوں سے دھوکہ کھاگئے اور انہوں نے اس پر نذریں نیازیں اور چڑھاوے چڑھانا شروع کردیئے جب کافی مال اکٹھا ہوگیا تو

اب ان فقیروں کا اسے تقسیم کرنے پر اختلاف ہوگیا چنانچہ جب آپس میں جھگڑے تو راہ گیر بھی اکٹھے ہوگئے دونوں فقیروں میں سے ایک نے کہا: میں اس قبر والے ولی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے تم سے کچھ بھی نہیں لیا. دوسرے نے کہا: تم اس کے ولی ہونے کی کیسے قسم کھاتے ہو جبکہ ہم دونوں کو معلوم ہے کہ ہم نے تو یہاں پر گدھا دفن کیا ہے لوگ ان کی یہ باتیں سن کر حیران ہوگئے اور انہیں گالیاں بکتے ہوئے اپنی نذر و نیاز کا مال واپس لے لیا.

{معلوم ہوتا ہے کہ ان فقیروں کو چکر بازی کا فن حاصل نہیں تھا اگر چند دن کے لیے کسی پیر یا ملاّ صاحب سے فیض یاب ہوجاتے تو یقیناً انہیں جھگڑنے اور اپنا راز فاش کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی.

قارئین کرام! ذرا غور کیجیے کہ یہ ہیں گوڑھوں، گدھوں اور کتوں پر تعمیر ہونے والے وہ مزار شریف جنہیں ولیوں کا نام دے کر عوام الناس کو گمراہ کیا جارہا ہے. انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا لقب دیا ہے وہ کتوں، گدھوں اور مٹی کے ڈھیروں کو اپنا خدا بنا بیٹھا ہے. لیکن حقیقت یہ ہے کہ شرک ایسی چیز ہے جو بڑے سے بڑے دانشوروں کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے تیار کیا ہے جن کے دل تو ہیں لیکن سمجھنے کے قابل نہیں ان کی آنکھیں ہیں جس سے دیکھتے نہیں. ان کے کان ہیں لیکن سنتے نہیں. ایسے لوگ جانوروں کی مانند بلکہ ان سے بھی بدتریں، یہی غافل لوگ ہیں.

جب ان لوگوں نے اپنے دل و دماغ اور سمع و بصر کو اللہ کے دین کو سمجھنے اور مخلوقات اللہ میں غور و تدبر کرنے پر صرف نہیں کیا تو جانوروں سے بھی کم درجہ میں جا پہنچے مخلوقات میں غور و فکر بھی انسان کو راہ راست پر لانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے. کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ کی وحدانیت کا مظہر ہے.) مترجم

بعض کفریہ اور باطل عقائد

(۱) یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا کی ہے جس کی بنیاد ایک من گھڑت حدیث کو بنایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے محمد اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا)

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے اور بوصیری نے کیا ہی جھوٹ گھڑا ہے کہ جب یہ کہا کہ:

وكيف تدعو إلى الدنيا ضرورة مَن
لولاه لم تُخلَق الدنيا من العدم

تمہیں کیسے دنیا کی کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے۔
اگر تم نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آسکتی۔
کیونکہ اس قسم کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ «سورة الذاريات»

ترجمہ: یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تھا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ آپ ؐ سے فرماتے ہیں:

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ «سورة الحجر»

ترجمہ اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آپہنچے.
اسی طرح سبھی رسولوں کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ کی عبادت کے لیے دعوت دینا تھا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے. ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ «سورة النحل»
ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کرے، اور غیر اللہ کی عبادت سے بچے.
یہ سبھی چیزیں معلوم ہوجانے کے بعد ایک مسلمان کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ قران کریم اور رسولوں کے طریقہ کے مخالف عقیدہ اپنائے.
(۳) یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی پیدا کیا اور پھر اس سے دوسری چیزیں پیدا کیں یہ بھی ایسا گمراہ کن عقیدہ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں. عجب یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں کا ذکر مصر کے ایک مشہور عالم محمد متولی شعراوی نے اپنی کتاب (انت تسال والاسلام یجیب) میں النور المحمدی و بدایۃ الخلیقۃ کے عنوان کے تحت کیا ہے.
سوال: ایک حدیث میں آتا ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسی چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ: اے جابر تیرے نبی کا نور.
اس حدیث کو اس حقیقت کے ساتھ کیسے جمع کیا جاسکتا ہے کہ سب

سے پہلی مخلوق آدم ہیں اور ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے؟
جواب: کمال مطلق اور فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ پہلے اعلیٰ چیز پیدا کی جائے اس کے بعد اس سے کمتر چیز پیدا کی جائے اور یہ معقول بات نہیں کہ پہلے تو مٹی کا مادہ پیدا کیا جائے اور پھر اس سے محمد کو پیدا کیا جائے کیونکہ انسانوں میں اعلیٰ ترین، رسول ہیں اور سب رسولوں میں اعلیٰ ترین محمد بن عبداللہ ہیں، اس لیے یہ ناممکن ہے کہ پہلے کوئی مادہ پیدا کر کے اس سے محمد کو پیدا کیا جائے اس سے پتہ چلا کہ نور محمدی کا پہلے پایا جانا ضروری ہے جس سے دوسری اشیاء کو پیدا کیا گیا اور حضرت جابر کی یہ حدیث اس کا مصداق ہے، اسی طرح سائنس بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ پہلے نور پیدا کیا گیا اور پھر اس سے دوسری چیزیں پیدا ہوئیں (صفحہ ۳۸)
شعراوی کا یہ جواب درج ذیل وجوہات سے مردود ہے:
(۱) یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس آیت سے متضاد ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ﴾ «سورة ص»
ترجمہ: اے (پیغمبر) جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں.
مزید فرمان ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا. اس کے بعد نطفہ (منی) سے پیدا کیا. «سورة غافر آية ٦٧»

علامہ ابن جریر طبری اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد تم کو نطفہ سے پیدا کیا. (۱)

اسی طرح شعراوی کی یہ بات اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے تم سبھی آدم سے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے (رواہ البزار و صححہ الالبانی فی صحیح الجامع ۴۴۴۴)

(۲) دوسرا یہ کہ شعراوی کا یہ فلسفہ کہ فطری طور پر پہلے اعلیٰ چیز پیدا ہوتی ہے پھر اس سے ادنیٰ کا حصول ہوتا ہے، یہ بھی قرآن کے مخالف ہے، بلکہ یہ شیطانی فلسفہ ہے جس کا قرآن نے رد کیا ہے، شیطان نے کہا تھا: ﴿قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ ، وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ﴾ «سورة ص ٧٦»

ترجمہ: کہ میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے.

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں، شیطان نے بہتر ہونے کا دعویٰ اس لیے کیا تھا کہ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور شیطان آگ سے پیدا ہوا تھا اور اس کے خیال میں آگ مٹی سے بہتر ہے.

اسی طرح کی تفسیر علامہ ابن جریر نے بیان کی ہے کہ شیطان نے اپنے رب سے کہا میں آدمؑ کو سجدہ نہیں کروں گا کیونکہ میں ان سے افضل ہوں. مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے، اور آگ مٹی کو جلادیتی ہے. اس لیے آگ مٹی سے بہتر ہے، اور میں آدمؑ سے بہتر ہوں.

جبکہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی مادہ کی تخلیق ہوئی ہو پھر اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا چنانچہ صحیح یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آدم علیہ السلام کی نسل اور اولاد سے ہیں جیسے کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

(انا سید ولد آدم۰۰۰۰۰) ترجمہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں. (مسلم)

(۳) تیسرا یہ کہ شعراوی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی کا وجود میں آنا ضروری ہے، یہ ایسا قول ہے جس کی کوئی دلیل نہیں.

بلکہ قرآن سے ثابت ہے کہ انسانوں میں سب سے پہلے آدم اور باقی مخلوقات میں عرش کے بعد سب سے پہلے قلم کو بنایا گیا جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا، (ترمذی، صححہ الالبانی)

جبکہ نور محمدی کے فلسفے کا قرآن و سنت یا عقلی لحاظ سے کوئی وجود ہی نہیں قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہا ہے کہ وہ

لوگوں کو برملا فرمادیں: ﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ . . . ﴾
«سورة الكهف»

ترجمہ: کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں صرف مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ:
میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں (احمد صححہ الالبانی)

اور یہ بھی ہر عقلمند کو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین عبداللہ اور آمنہ سے ایسے ہی پیدا ہوئے جیسے باقی انسان پیدا ہوتے ہیں پھر آپ کی اپنے دادا اور چچا کے ہاتھوں پرورش ہوئی.
ان باتوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ انسانوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے حضرت آدم علیہ السلام اور باقی مخلوقات میں سب سے پہلے پیدا ہونے والی چیز قلم ہے. اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول المخلوقات کہنے والوں کا بھی کھلے طور پر رد ہوگیا، اور معلوم ہوا کہ ایسا عقیدہ قرآن و حدیث کے منافی ہے.
اگرچہ بعض ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا لکھا ہوا تھا جیسے آپ فرماتے ہیں "آدم ابھی تک گوندھی ہوئی مٹی میں تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم النبیین لکھ دیا" (صححہ الحاکم والالبانی)

چنانچہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے میرا خاتم النبیین ہونا لکھ دیا تھا، یہ نہیں فرمایا کہ مجھے پیدا کیا تھا.
اسی طرح ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آدم ابھی تک روح اور جسم کے درمیانی حالت میں تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنادیا تھا. (۲)
اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا اس وقت مقدر کردیا تھا.
جبکہ حدیث میں ہے:
«كُنْتُ أَوَّلُ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ . . .»
(میں نبیوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا اور سب سے آخر میں آنے والا ہوں)
لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اسے علامہ ابن کثیر، مناوی اور البانی نے ضعیف قرار دیا ہے.
اس کے ساتھ ساتھ یہ حدیث قرآن اور سابقہ صحیح احادیث کے مخالف ہونے کے علاوہ عقل و حس کے بھی مخالف ہے کیونکہ آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر پیدا نہیں ہوا.
(۴) شعراوی کا کہنا ہے کہ نور محمدی سے دوسری سبھی چیزیں پیدا ہوئیں اور سب چیزوں میں آدم علیہ السلام، شیطان، انسان، جن،

حیوانات اور حشرات جراثیم وغیرہ بھی شامل ہیں تو شعراوی کے اس قول کا تقاضا تو یہی ہوا کہ مذکورہ بالا سبھی چیزیں بھی نور سے پیدا ہوئی ہیں حالانکہ یہ قرآن کے مخالف بات ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا اور انسان کی پیدائش منی کی بوند سے ہوئی.

اسی طرح شعراوی کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بھی مخالف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، اور جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدمؑ کو جیسے اس کا وصف گزرا ہے ویسے (یعنی مٹی سے) پیدا کیا گیا) (۱)

اس طرح یہ بات عقل و حس کے بھی مخالف ہے کیونکہ انسان و حیوان تناسل و توالد کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں، اور اگر نقصان دہ جراثیم اور موذی حشرات بھی نور محمدی سے پیدا ہوئے ہیں تو پھر ہم انہیں مارتے کیوں ہیں بلکہ ہم کو ان میں سے سانپ، اژدھے، چھپکلی، مچھر، اور گرگٹ کو انکے موذی ہونے کی وجہ سے مارنے کا حکم دیا گیا ہے.

(۵) پھر شعراوی نے حضرت جابر کی طرف منسوب شدہ حدیث کو اپنے اس قول کی دلیل بنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے جابر! سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا گیا.

تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جانے والا جھوٹ ہے اور شعراوی کے دعوی کی دلیل ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان قرآنی آیات کے بھی مخالف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسانوں میں حضرت آدم اولین مخلوق اور باقی چیزوں میں قلم سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ بلکہ قرآن کی زبانی وہ ہماری ہی طرح انسان ہیں البتہ اللہ نے ان کو نبوت اور وحی سے نوازا ہے۔ چنانچہ وہ نور نہیں بلکہ باقی انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں، اور صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بشر کی حیثیت سے جانا ہے نہ کہ نور ہونے کی حیثیت سے۔

اور جس حدیث کو شعراوی نے صحیح کہا ہے وہ اہل حدیث کے نزدیک غلط، جھوٹ، اور گھڑی ہوئی ہے۔

(٦) گمراہ کن عقائد میں سے بعض صوفیوں کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں اپنے نور سے پیدا کیں، چنانچہ شعراوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب ہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ نے تمام چیزیں اپنے نور سے پیدا کیں اور یہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نوری شعاع سے باقی مادی چیزیں وجود میں آئیں۔

یہ بھی ایسی بے ہودہ بات ہے جس کی قرآن و سنت اور عقلی لحاظ سے کوئی دلیل نہیں پہلے اس بات کا بیان ہوچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے، شیطان کو آگ سے، اور لوگوں کو نطفہ سے پیدا کیا ہے.

اتنا ہی سمجھ لینا شعراوی کی اس بات کا رد کرنے کے لیے کافی ہے.

دوسرا یہ کہ شعراوی کی یہ باتیں آپس میں متضاد ہیں پہلے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ سبھی چیزیں نور محمدی سے پیدا کی گئی ہیں اور یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں اپنے نور سے پیدا کیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نور اور نور محمدی میں بہت فرق ہے.

پھر یہ کہ اللہ کے نور سے پیدا ہونے والی چیزوں میں سانپ، بچھو، بندر اور خنزیر وغیرہ بھی شامل ہیں کیونکہ شعراوی کا کہنا کہ سبھی چیزیں اللہ کے نور سے پیدا ہوئی ہیں. اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر ان موذی جانوروں کو ہم کیوں مارتے ہیں.

برادر مسلم! اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیے کہیں آپ میں تو ایسے گمراہ کن عقائد سرایت نہیں کرگئے ہیں . اگر کہیں اس قسم کی وبا میں مبتلا ہیں تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کیجیے. کیونکہ یہ ایسے گمراہ کن عقائد ہیں جن سے انسان اسلام سے خارج ہوجاتا

ہے اور کفر کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت نصیب فرمائے آمین)

"یا اللہ ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے بچنے کی توفیق عطا کر اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا کر" (آمین یا رب العالمین)

کمپوزنگ : فیض محمد گدون

مضامینِ کتاب

ارکان اسلام کا بیان۔

ارکان ایمان کا بیان۔

دین سے خارج کر دینے والی چیزیں۔

بعض بدعتوں پر رد۔

محتوي الكتاب

اركان الإسلام - كلمة التوحيد.

اركان الإيمان.

نواقض الإسلام - الرد على بعض البدع.

للمساهمة في طباعة الكتاب
شركة الراجحي - ٢٠٤٠١٠٩٠٩٢

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بحي الروضة بالرياض
تحت إشراف وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
هاتف: ٢٤٩٢٧٣٧ فاكس: ٢٤٠١١٧٥ البريد الإلكتروني: [illegible]@hotmail.com ص.ب ٨٧٢٩٩ الرياض ١١٦٤٢

[illegible]